

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

بابت ماہ ذیقعد ۱۳۷۴ھ

مطابق ماہ جولائی ۱۹۵۵ء

• ★

تحت ادارہ

علامہ حسین احمد مدنی
مولانا الحاج افتخار احمد بکوی
امیر حزب الامار بھیرہ
تین روپے سالانہ پبلش
(پاکستان)

سالانہ چندہ
معاونین کو
غیر مالک کے
بیاہ کا سرکاری
ریاست مولانا الحاج اختر احمد صاحب جو امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ !

اغراض مقاصد : (۱) اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
(۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
طریق کار : (۱) جریدہ شمالی سلام کا اجراء (۲) دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی
بترین خدمت انجام دے رہا ہے۔ (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی
ہے۔ (۴) عظیم شان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے چارہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتابخانہ (۷) جامع مسجد بھیرہ کی حرمت
جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو یا ہندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونا چاہئیں۔
کا مضمون نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے
چندہ رکفیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپے سالانہ مقرر ہے۔ (۳) تمام سالانہ چندہ سے، معاونین سے، ضرر، طلبہ سے
مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ہر کے گٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ (۴) رسالہ باقاعدہ چار پڑتال کے بعد بذریعہ
ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل امت میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریداری کی طرف سے تین روپے کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع
موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (۵) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا گٹ آنا
چاہئے۔ (۶) ہندوستان کے اپنا چندہ حاجی فضل الہی علی الرحیم صاحبان کلشن انجینئرنگ کوالیٹی مسجد شریف بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر
ارسال کریں۔ (۷) ہر گٹ ڈاک اور خطوط ہر گٹ ہونگے۔
جملہ خط و کتابت و ترسیل ذرا بنا مر غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ پنجاب ہونی چاہئے۔

مرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ
ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی آر سال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے
بچنے کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔
خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ غلام وی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادائے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت
کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں +
(غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام)

<p style="text-align: center;">۴۸۶</p> <h1 style="text-align: center;">شمس السلام</h1> <p style="text-align: right;">ماہنامہ</p> <p style="text-align: left;">(بمبیرہ)</p>	<p>جلد ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۵۵ء شمارہ ۷</p>
--	--

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر شمار
۴	ادارہ	بزم انصار	۱
۵	"	شدرات	۲
۱۱	"	رسائل و مسائل	۳
۱۴	جناب محمد کبر الہی شیلٹل شریکٹ سچ راہ پسندی کا کمال فیصلہ	مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں	۴
۲۷	سید محمد ثانی حسنی	شام	۵
۳۱	"	گاہ نگار بلال خواجہ ابن قصبہ پارینہ را	۶

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر میرٹھ پبلشر ٹنائی برقی پریس سگرودھام میں
چھپ کر دفتر جہانیا شمس الاسلام جامع مسجد بہیرہ کے شائع ہوا

بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بمبئی

(ادامہ)

جامع مسجد: در میں محمد اللہ تعالیٰ سات بجلی کے ٹکے لگاؤ جانے
ہیں جنگی وجہ سے اندرون حصہ مسجد میں گئی کی شدت کم ہو گئی ہے۔
دارالمبلغین: در مولوی محمد عظیم صاحب اور مولوی محمد
حسین صاحب مبلغین دارالعلوم عزیزیہ نے مندرجہ
ذیل مقامات پر دورہ کیا۔ اور جلسہ کر کے اللہ اور رسول
کے پیغامات و احکامات لوگوں تک پہنچائے۔ در
دھن، حضور پور، فتح گڑھ، چٹا، کوٹ حاکم خان،
پنڈی، ٹھٹھی، چک بلا، چک، چک، چبہ پرانا،
حکیمانوالہ وغیرہ۔

طلبہ علوم دینیہ: در قرآنی کے چٹروں اور اس
کی قیمت کے بہتر مصروف ہیں، کہ اس میں دو ہزارواں
صدقہ کا اور شاعت علم وین کا۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے۔
الصدقۃ علی المسکین صدقۃ و علی ذلہم
اثنتان صدقۃ وصلۃ۔ طالبان علم دین ہی کی مدد
اور انکے ساتھ حسن سلوک کا حکم جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ تاکید فرمایا ہے۔ آپنے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمام آدمی
تمہارے تابع ہیں اور اطراف عالم سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین
میں سمجھ حاصل کرنے کیلئے آئیں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آئیں
تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ انکے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)
اب دیکھنا ہر کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم
کی تعمیل کیسے کرتے ہیں۔ خیر اصحاب کین خدمت میں خواست
ہے کہ حیدر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر قرآنی کے چٹرے اور کھالوں

دارالعلوم عزیزیہ: در میں زیر صدارت مولانا سید
غلام محی الدین صاحب صدر الدین تعلیم و تعلم کا سلسلہ
جاری ہے۔ دارالعلوم حفظ قرآن مجید کے شعبہ کے علاوہ
تمام فنون حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، اصول
فقہ و حدیث، صرف و نحو وغیرہ کی کتب کے
اسباق جاری ہیں۔ طالبان علم و غیۃ نہایت ذوق و
شوق سے مصروف تعلیم ہیں۔
منشی فاضل: در منشی فاضل کی جماعت کے سولہ طلبہ
نے اس سال دارالعلوم میں منشی فاضل کا کورس پڑھنے کے بعد
سیکندری بورڈ میں امتحان دیا۔ امید کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ
العزیز نتیجہ نہایت اچھا رہے گا۔

سیکندری بورڈ کے اعلان کی وجہ سے منشی فاضل
میں داخل ہونے والے طلبہ کو بتایا گیا کہ کوئی طالب علم براہ راست
منشی فاضل کا امتحان نہیں سکتا۔ اگر کوئی متعلم منشی فاضل کرنا چاہے
تو اس کے لئے ضروری ہے کہ منشی، عالم اور منشی فاضل درجہ بدرجہ
ہے۔ چونکہ یہ مشکل ہے، اس لئے منشی فاضل کی کلاس بند
کردی گئی۔

اب چونکہ سیکندری بورڈ نے اپنے فیصلہ پر نظر
ثانی کر دی ہے، اندر میں حالات کلاس کا دوبارہ اجراء کیا
جاتا ہے۔ شائقین طلبہ کے لئے منشی فاضل کی کلاس کی
تاریخ داخلہ میں تو سب سے زیادہ ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ
طلبہ مستفیض ہو سکیں۔

مذکورہ قیمت بنام ہتم دارالعلوم عزیزیہ بمبئی اور سال فرما کر ثواب دین حاصل کریں۔

نشد سرات

(ادبیات)

الند شرقی کے امتحانات

سکندری بورڈ نے یہ اعلان کیا ہے کہ آئندہ نشی فاضل، مولوی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات تدریجاً لٹے جائیں گے۔ یعنی نشی فاضل کا امتحان وہ شخص دے سکے گا جس نے نشی عالم کا امتحان دیا ہو۔ اور نشی عالم کا امتحان وہ دے سکے گا جس نے اُس سے قبل نشی کا امتحان دیا ہو۔ اور کامیاب ہو چکا ہو۔ اسی طرح مولوی فاضل کے لئے مولوی عالم اور مولوی عالم کے لئے مولوی عالم کا امتحان دیکھ کر کامیاب ہونا شرط ہوگا۔ اس اعلان سے اُن تمام لوگوں میں بے چینی اور شدید اضطراب پیدا ہوا جو چاہتے ہیں کہ یہ مشرقی اور اسلامی زبانیں اس ملک میں نہ صرف یہ کہ محفوظ رہیں بلکہ ان کو اور بھی ترقی کے مواقع حاصل ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ سکندری بورڈ نے یہ تجویز پیش کی کہ بالواسطہ یہ ارادہ کیا ہے کہ اس طریقہ سے عربی اردو فارسی کے ان امتحانات کو ختم کر دیا جائے۔ اس تجویز کے ان مضر اثرات اور دور رس نتائج کو پیش نظر رکھ کر تمام علمی حلقوں اور علمی اخبارات نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ لاہور میں متعدد احتجاجی جلسے بھی منعقد ہوئے۔ اور اس مضمون کی متعدد قراردادیں بھی منظور کر کے متعلقہ لوگوں کے پاس بھیجی گئیں۔ کہ تدریج کی یہ شرطیں مضر اور ان زبانوں کے مستقبل کے لئے خطرناک ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم بھی اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔

انگریزوں نے اس ملک پر غلبہ اور تسلط حاصل کرنے کے بعد اپنی ساری توجہ اس نظام تعلیم کی جڑیں مضبوط کرنے اور پھیلانے کی طرف مبذول کی۔ جس سے اہل ملک کے دل و دماغ اور نظریات و افکار انگریزوں کی طرح ہو جائیں۔ اگرچہ وہ نسل و رنگ اور خون کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں۔ ہندوستان کے باشندوں کو تعلیم دینے سے مقصد اُن کے ہاں صرف یہ تھا کہ وہ دُشمنوں میں معمولی ابتدائی کاموں کے لئے سستے کلرک بن سکیں اور ان کا نظام حکومت اُن کی خاطر چلانے والے خود ہم میں سے ان کو لیتے رہیں۔ لہذا انگریزی دور میں انگریزی زبان، اور انہی علوم و فنون کی طرف ساری توجہ رہی۔ جن کو حاصل کرنے کے بعد تعلیم یافتہ نوجوان حکمرانوں کے ان مقاصد کو پورا کر سکتے تھے۔ لیکن انگریزوں کی ذہانت و سمجھ داری میں بھی شک نہیں۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہاں کے باشندوں اور خصوصاً مسلمانوں کو اپنے علوم و فنون اور اپنی ملکی اور قومی یا مذہبی زبانوں سے بالکل جبری رکھنا بھی ایک غیر طبعی اور نفسیاتی طور سے خود حکمرانوں کے لئے مضر اثرات کا حامل اقدام ہے۔ اس لئے انہوں نے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری سمجھا کہ ان مشرقی زبانوں کو بھی بالکل ختم نہ کیا جائے۔ بلکہ ان کی تعلیم و تدریس کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام ضرور ہو۔ سیاسی طور سے بھی یہ ضروری تھا کہ رعایا کے جذبات اور مذہبی اور قومی احساسات کا احترام رکھا جائے۔

اور لوگوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ انگریزی دور حکمرانی میں ان کے قومی سرمایہ اور مذہبی اور قومی روایات و علوم کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ بلکہ ان کے فروغ و اشاعت کے لئے ادائے قانم ہیں۔ چنانچہ انہی کے سبب و وجہ کی بنا پر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ماتحت اور ٹیل کالج قائم ہوا تھا۔ اور عربی، فارسی، اردو، پنجابی، پشتو، سنسکرت زبانوں کی تعلیم و تدریس کا انتظام بھی ہوا۔ اور یونیورسٹی ان زبانوں کی ابتدائی، ثانوی اور آخری امتحانات بھی لے رہی تھی۔ اور ہر سال ہزاروں نوجوان طلبہ امتحان دیکر کامیابی حاصل کرتے اور ان قومی اور مذہبی زبانوں کے ساتھ تعلق قائم تھا۔

قیام پاکستان سے قبل مسلمان قوم نے اجتماعی طور پر تقسیم ملک اور پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ ریاست قائم کرنے کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ مسلمانوں نے یہ محسوس کر دیا تھا، کہ صرف اسی صورت میں ہمارا مذہب، ہماری قومی اور ملی روایات، ہماری تہذیب و تمدن اور ہمارا تمام علمی سرمایہ محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔ اور ان کو یہ خطرہ ہونے لگا تھا کہ آزاد ہو جانے کے بعد چونکہ مشترکہ ہندوستان میں جمہوریت کے متعارف اصول کے مطابق اکثریت کے فیصلوں کے مطابق نظام حکومت چلے گا۔ تو غیر مسلم اکثریت کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے مذہبی، معاشرتی آزادی حاصل نہ ہو سکے گی۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی روایات اور دینی شعائر کے فروغ و ترقی کے مواقع حاصل نہ ہوں گے۔ لہذا ایک خالص اسلامی ریاست کے قیام کے لئے جدہ جد کی گئی، بے نظیر قربانی دی گئی اور پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ ریاست قائم ہو گئی۔ اب چاہئے

تو یہ تھا کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہمارا سفر اس منزل مقصود کی طرف شروع ہو جاتا، جس تک پہونچنے کے لئے یہ ساری تحریک چلائی گئی تھی۔ اور قربانی دی گئی تھی۔ لیکن یہ ایک بالکل ظاہر و بین حقیقت ہے۔ کہ ساٹھ سال کے اس طویل عرصہ میں اصل منزل مقصود کی طرف ایک قدم بھی آگے بڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ برسرِ اقتدار و اختیار طبقہ نے ہر موقع پر ایسے اقدامات کئے۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس رخ پر سفر کرنا ہی نہیں چاہتے۔ بلکہ انگریزوں نے طویل دور اقتدار میں بھی جن اسلامی روایات، اسلامی علوم و فنون اور اسلامی زبانوں کو مٹایا نہیں تھا، ان سب کو ایک ایک کر کے ختم کرنے کے ارادے ہوئے ہیں۔ اور سکندری بورڈ کے ان تازہ تجویزوں سے عام طور سے لوگوں کا تاثر یہ ہے اور اخبارات کے صفحات پر متعدد مضامین میں اس تاثر کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ کہ ان تجویز کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ ان مشرقی زبانوں سے لوگوں کی دلچسپی ختم ہو جائے۔ ان شرائط و ضوابط کی پیچیدگیوں اور دوسری طرف امتحان دینے والے کامیاب امیدواروں کی بے قدری اور معاشرہ میں "تعلیم یافتہ" قرار نہ دینے کے رجحانات کو دیکھ کر لوگ اس طرف آنا چھوڑ دیں۔ اور چند سال کے بعد یہ دلیل دیجے کہ قوم کے نوجوانوں کی توجہ ان زبانوں کی طرف بالکل نہیں۔ یہ خواہ مخواہ ایک بار ہے جسے اپنے کندھوں سے اتارنا چاہئے۔ بالکل ان زبانوں کی تعلیم و تدریس اور ان کے امتحانات کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور اس طرح پاکستان کو "غیر مذہب مشرقی" زبانوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اور صرف مقدس و مذہب قوم کی پاکیزہ اور مذہب زبان انگریزی

بل شریعت غیر سے اس پائیزہ ملک میں اپنی حکمرانی کرے گی۔ اور قوم کے سامنے نوجوان اس کے بستہ فکر ہو گئے۔

سکندر ڈی بورڈ کی ان تجاویز کی اشاعت کے بعد عام طور سے مندرجہ بالا نظریہ قائم کیا گیا ہے۔ لیکن ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ ہر معاملہ میں احتیاط کے پہلو کو لیا جائے اور کوئی نظریہ قائم کرتے وقت عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ اس لئے ہم ذاتی طور پر اس بارے میں قطعیت و یقین کے ساتھ یہ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ بلکہ حسن ظن سے کام لینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بعض حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ سکندر ڈی بورڈ کے ارکان کا مقصد یہ ہے کہ ان امتحانات کے امیدواروں میں ٹھوس علمیت پیدا ہو۔ اور تدریجاً امتحان دیکر انکی اچھی استعداد پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اب بہت سے نوجوان جو اردو فارسی بالکل نہیں جانتے ایک سال میں غشی فاضل کی تیاری اس طرح کر دیتے ہیں کہ اردو خلاصے رٹ کر سمجھے بوجھے بغیر ہی امتحان دیتے ہیں۔ اور یہ لطائف الحیل یا محض "خوش قسمتی" اور گاہ باشد کہ کو دیک ناداں۔ یہ غلط بردہف زندگی تیرے + کے اصول مطابق کامیاب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ علمی طوع پر وہ بالکل صفر ہوتے ہیں۔ اور ان خامکار سند یافتہ لوگوں کی وجہ سے اگلے تعلیمی اور دوسرے علمی میدانوں میں بڑا نقصان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے علم میں پختگی اور استحکام پیدا کرنے اور ان خامیوں کو دور کرنے کی خاطر تدریج کی یہ شرط لگائی جاتی ہے۔ اور اس شرط کی وجہ سے اگرچہ باغبار تعداد کے تعلیم یافتہ کم ہو جائیں گے۔ لیکن ٹھوس علمیت کے لحاظ سے معنوی طوع پر ان کی کیفیت بڑھ جائیگی۔

اور بحیثیت مجموعی ملک و قوم کے لئے یہ مفید رہے گا۔ ان تجاویز کے سلسلہ میں ان دونوں رایوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ اب اگر خدا نخواستہ وہ پہلا نظریہ درست ہو اور ارکان بورڈ کا مقصد ہی یہ ہو کہ ان طریقوں سے السنہ شرقیہ کا قصہ ہی تمام کیا جائے۔ تو پھر سوائے اس کے کہ ان حضرات کی خدمت میں مندانہ التجار کی جائے اور ان کو اس ارادہ سے باز رہنے کی درخواست کی جائے اور کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ دلیلیں تو ساری اس نوعیت کی ہوں گی کہ ان زبانوں کے فروغ و ترقی اور ترویج و اشاعت یہ طریقہ نہیں بلکہ دوسرا ہے۔ اور وہاں مقصد یہ ہو کہ ترقی و فروغ نہ ہو بلکہ ان کو مٹا دیا جائے۔ لہذا دلائل و براہین کا قصہ چھیڑنا تو بیکار ہو گا۔ البتہ یہ درخواست ضرور کی جائے گی کہ پاکستان اس لئے نہیں بنایا گیا تھا کہ قومی اور اسلامی روایات و افکار کے بچے کچھ اثرات بھی لمبا میٹ کر دیئے جائیں۔ اور جو کام انگریز بھی نہ کر سکا تھا بلکہ نہیں کرتا تھا اور نہ کرے کے خاص اسباب و وجوہ تھیں وہ کام کر دیا جائے۔ اور ساری قوم کے جذبات و احساسات کا کچھ بھی خیال نہ رکھا جائے۔

اور اگر وہ سرانظر یہ درست ہو۔ اور خدا کرے کہ ارکان کے سامنے واقعہ یہی چیز ہو۔ تو پھر ہم اپنی ناقص رائے میں یہ سمجھتے ہیں کہ اس نیک مقصد کے لئے مطلقاً یہ راستہ اختیار کرنا نہ صحیح ہے اور نہ کامیاب۔ نشی فاضل اور ادیب فاضل کی حد تک تو ہم ارکان بورڈ کی اس رائے سے کسی درجہ میں اتفاق کر سکتے ہیں کہ بالکل خامکار اور اردو فارسی سے

نابلد خلاصے رٹ کر مختلف طریقوں سے کامیابی حاصل کرتے ہیں اور وہ لوگ اصلی علمیت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ لیکن مولوی فاضل کے سلسلہ میں یہ رائے بالکل غلط ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے آج تک ۹۹ فی صدی مولوی فاضل کے امیدوار وہ لوگ ہوتے ہیں جو عربی مدارس میں نہایت تحقیق و اہتمام کے ساتھ درس نظامی کی ساری کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔ اکثر وہ ہوتے ہیں جو دودھ حدیث سے بھی فارغ ہو کر تکمیل کر لیتے ہیں۔ اور پھر ایک سرکاری علمی ادارہ سے سند حاصل کرنے کی خاطر مولوی فاضل کی کتابوں کو تحقیق کے ساتھ از سر نو پڑھ کر پامطالعہ کر کے امتحان دیتے ہیں۔ اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور دیکھا گیا ہے کہ تمام کتابیں پڑھنے کے باوجود اگر کوئی شخص ذہنی لحاظ سے کمزور یا محنت کے اعتبار سے بے شوق ہو تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اور ”لطائف الحیل“ اور ”نوش قیمتی“ سے کامیاب ہونے کا موقع پرانے زمانہ کے ان عربی دان مولویوں کے لئے بالکل نہیں آتا۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی کامیاب مولوی فاضل اُس معیار علم و فضل کے مطابق عالم و فاضل نہ ہو جو ہمارے عربی مدارس و جوامع میں کبھی تھا۔ بلکہ اب بھی ہے۔ اور اس لحاظ سے عربی مدارس کی دنیا میں تو مولوی فاضل ہونا کوئی خاص معیار کمال نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن غشی فاضل پر قیاس کر کے مولوی فاضل کو بھی بالکل خامکادہ اور علمیت سے خالی سمجھنا بھی درست نہیں۔ اور مدارس عربیہ کے معیار کے مطابق علم و فضل اور کمال علمی ان تدریجی امتحانات کے ذریعہ سے بھی حاصل نہیں کیا جاسکے گا۔ بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان تدریجی امتحانات

سے اگر مولوی فاضل بننے شروع ہو گئے۔ اور مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبہ نے امتحان دینا چھوڑ دیا تو پھر تو مولوی فاضل کسی کام کا بھی نہ ہوگا۔ اور بڑا مولوی فاضل جو محض تدریجی امتحانوں کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اس بام عروج و کمال کو پہنچا ہوگا، علم و دنیا میں ایک افسوس کو ہوگا۔ پس جب تدریجی امتحانات کی شرط لگا دینے سے مولوی فاضل کی سند کی حیثیت بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ تو اگر ارکان بورڈ کا مقصد یہ ہے کہ علمی حیثیت بڑھادی جائے تو اس مقصد کی خاطر ان کو چاہئے کہ اس شرط کو ختم کر دیں اور مقصد کے حصول کے لئے دوسرے ذرائع و وسائل پر غور کریں۔ جیسا کہ ہم نے عرض کر دیا ہے، اب تک اکثر امتحان دینے والے عربی مدارس کے فارغ التحصیل یا منتہی طلبہ ہوتے ہیں جو کم از کم چھ سات سال پورے شوق اور تحقیق و اہتمام کے ساتھ درس نظامی کی کتابیں پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ شرط لازمی ہو کہ وہ مولوی فاضل کا امتحان اس وقت دے سکیں گے کہ پہلے مولوی اور مولوی عالم کا امتحان دیں۔ تو ظاہر ہے یہ بات ان کے لئے شرم و عار کی ہوگی کہ ایک منتہی طالب العلم ابتدائی کتابوں کے امتحان دینے کے لئے کمرہ امتحان میں بیٹھ جائے۔ نیز اس طرح تین سال کا عرصہ صرف ہوگا۔ اور عمر کے ان قیمتی سالوں کو محض سند کی خاطر کوئی بھی ضائع نہیں کر سکتا۔ لہذا وہ امتحان کا مادہ ہی ترک کر دیں گے۔ تو اس طرح ایک تو ہر سال مولوی فاضل کے امیدواروں اور کامیاب ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہو جائیگی۔ جو خود ایک قابل افسوس امر ہوگا۔ اور ارکان بورڈ کو بھی یہ گوارا نہ کرنا چاہئے۔ اور دوسری طرف یہ

بات بھی ضروری ہے کہ تدریجاً امتحانات کے راستہ سے جو کامیاب ہوں گے ان کی علمی حیثیت بالکل گری ہوئی ہوگی۔ کیونکہ مدارس عربیہ کے باقاعدہ پڑھ کر فارغ ہونے والے تو ہوں گے نہیں۔ اور دوسرے امیدواروں کی علمی استعداد کا اندازہ اچھی طرح سے لگایا جاسکتا ہے۔ بس انہی وجوہات کی بنا پر ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ تدریجی امتحانات کی شرط تو بالکل لغو ہے۔ اس کو اٹا دینا چاہئے۔ اور حسب سابق اس کی عام اجازت ہو کہ جو امیدوار جو بھی امتحان دینا چاہے وہ لے سکتا ہے۔ البتہ اس بہترین مقصد کے لئے مستقل سوچنا ضروری ہے۔ کہ علمی استعداد بڑھانے اور سند یافتہ لوگوں کے واقعی عالم و فاضل ہونے کے لئے کیا کیا جائے۔

تفصیل کے ساتھ تو ہم شاید آئندہ اشاعت میں بتا دیں گے۔ لیکن اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ مولوی فاضل کے نصاب میں سے بعض بلا ضرورت اور غیر مفید کتابیں نکال دی جائیں۔ اور چند دوسری ضروری اہم اور مفید کتابوں کا اضافہ کر دیا جائے۔ اگر مستقل ایک پرچہ بھی اور بڑھا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر کتابوں میں مناسب اضافہ ہو۔ اور چند علمی کتابوں کو اور بھی شامل کر دیا جائے تو ہماری فلاحی رائے یہ ہے کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ مولوی فاضل کا امتحان دو سالوں میں ہو۔ نصاب کی نصف کتابوں کا امتحان ایک سال ہو اور نصف کا دوسرے سال۔ اور دونوں میں کامیابی کے بعد سند دیکھ لے۔ نیز علمی حیثیت بڑھانے کیلئے یہ شرط اگر لگا دی جائے کہ ہر امیدوار داخلہ بھیجتے وقت کسی مستند عربی درس گاہ سے یہ تصدیق بھی حاصل کر کے ساتھ بھیج دیا کرے کہ اس امیدوار نے واقعی نصاب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ یہ محض قسمت آزمائی کے طور پر امتحان میں شامل

نہیں ہوتا۔ تو یہ بھی مفید اور مناسب ہے۔

امید ہے کہ ان گذارشات پر پوری ہمدردی کے ساتھ غور کر دیا جائے گا۔

نئی دستور ساز اسمبلی: ہر امر جون کو پاکستان کی نئی دستور ساز اسمبلی کے ارکان کا انتخاب اور نتائج کا اعلان ہو چکا ہے۔ یہ دستور کس حد تک نفاذ ہے، اعداد و ارقام کے انتخاب کے سلسلہ میں کیا طریق کار اختیار کیا گیا ہے، یہ ساری باتیں اخبار میں حضرات کے سامنے ہیں۔ ہم ان بحثوں میں نہ پڑنا چاہتے ہیں، اور نہ ان بحثوں میں پڑنے کا کوئی فائدہ ہے۔ بہر حال دستور ساز اسمبلی بن گئی۔ اور اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ ملک کے لئے ایک مقبول و پسندیدہ دستور تیار کریں اور اس بارے میں تاخیر و التواء سے کام نہ لیں۔

اگر ہماری حقیر و کمزور آواز ارکان دستور یہ کے بلکہ ہالا ایوانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ تو ہم نہایت ہی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ ان کی خدمت میں چند گذارشات کرنا ضروری بلکہ اچھا فرض سمجھتے ہیں۔

محترم اسراکان دستور ساز اسمبلی!

دراستہ دستور ساز اسمبلی کے قیام اور آپ حضرات کی رکنیت کے بعد ایک نہایت عظیم قومی اور ملی امانت اور آپ کے سپرد کر دی گئی ہے۔ یہ نہایت بزرگ ذمہ داری ہے جو آپ نے بعد شوق و ذوق قبول کی ہے۔ آپ کو اس کے تمام تقاضوں کا احترام کرنا ہوگا۔ یہ نہایت سخت امتحان ہے۔ اور اب آپ سب کو امتحان میں کامیاب ہونے کی سرکوب کو شش کرنی چوگی۔

(۲) علماء اعلیٰ کے فرشتے اور کائنات کا ہر ذرہ مصروف تلاش ہے اور دیکھ رہا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف

خلافت ارضی حطا ہوئی ہے اور انہیں نیک و بد کے راستوں میں سے کسی ایک راستہ کے اختیار کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ کیا کرتے ہیں کیا وہ ایک ایسا دستور مرتب کر کے اہل ملک کو اس پر چلانا چاہتے ہیں کہ یہاں امن و چین اور سکون و اطمینان کی زندگی ہو، اور آقائے حقیقی کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں اس کے بندے مصروف ہوں۔ یا اس دستور کے نتیجہ میں ملک میں خون ریزی (سفاک دہاء) اور فساد برپا ہوتا ہے۔

(۳) آپ سے پہلے ساٹھ سال قبل ایسی ہی ایک نمائندہ اور مقدس لوگوں کا دستور یہ منتخب ہو چکا تھا۔ اور اسے موقع دیا گیا تھا کہ وہ ملک و قوم کے لئے امن و سلامتی کا کوئی دستور مرتب کر کے جلد از جلد نافذ کرے۔ ان ارکان دستور یہ کہ ایک طویل عرصہ جملت دی گئی۔ مگر انہوں نے جرات سے کام نہیں لیا۔ ان کے اقتدار کا ستارہ غروب ہوا۔ اور جب اقتدار و اختیار سے محروم ہوئے تو کسی ایک آنکھ نے بھی ان کی حالت یکسی پر آنسو نہیں بہائے۔ اور ان پر کسی کو رحم نہیں آیا۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ۔ آپ کے پیش روؤں کا یہ سارا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ اور اس میں آپ کیلئے موعظت و عبرت کا سبق موجود ہے۔ اب ان کی جگہ انہی کی کرسیوں پر اگر آپ براجمان ہوئے ہیں۔ اور امتحان کا وہی پرچہ اب حل کرنے کے لئے آپ کے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ علیم و خیر اور سمیع و بصیر خداوند تعالیٰ جانتا اور دیکھتا ہے کہ اب تم کیا کر رہے ہو۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔ پھر ہم نے اس ملک میں ان کی بجائے ان کے بعد تم کو جانشین بنایا تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ بااختیار بن کر تم کیا کچھ کر

رہے ہو۔

(۴) ان بہتر ارکان اسمبلی میں سے محدود سے چند غیر مسلموں کو نکال دیجئے، ان سے ہمارا رشتہ سخن نہیں۔

مسلمان ارکان دستور یہ کی خدمت میں عرض ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ سب مسلمان ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھنے والے، خدا و رسول اور قرآن و حدیث کو ماننے والے ہیں۔ آپ میں سے کوئی بھی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ خدا و رسول کے ساتھ اور کتاب و سنت کے ساتھ ہمارا تعلق نہیں۔ ذاتی طور پر آپ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور اسلام پر فخر کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں ہی کی طرف سے ایک مسلمان نمائندہ کی حیثیت سے آپ اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ تو تقسیم و تفریق تو نہیں ہو سکتی کہ آپ ذاتی طور سے تو مسلمان اور خدا و رسول کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔ لیکن اسمبلی ہال میں پہنچ کر جب آپ کو سنی اقتدار و اختیار پر بیٹھ جائیں تو پھر آپ مسلمان نہ رہیں۔ اور اسلام اور قرآن و سنت کے سوا کچھ اور سوچیں۔ بلکہ آپ مسجد میں بھی مسلمان، عید میلاد النبی کے جلسہ میں بھی مسلمان اور اسمبلی ہال میں بھی مسلمان۔ لہذا آپ کے مسلمان ہونے کا تقاضا بالکل ہی ہے کہ دستور سازی کے موقع پر بھی مسلمان رہ کر یہی فیصلہ کریں۔ کہ چونکہ خداوند تعالیٰ کا فیصلہ ہی ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام اور من ینتخ ظہیر الاسلام ینا فلن یقبل منہ۔ لہذا ہمارا اجتماعی دین یعنی دستور مملکت بھی خالص اسلام ہی ہے۔ یہ ملک جمہوریہ اسلامیہ ہے۔ اور یہاں کا دستور کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ جس کو خدا و رسول نے منع فرمایا ہے اس ملک میں اسے منع کیا جائیگا۔ اور جس کو خدا و رسول جاری کرنا چاہتے ہیں اس ملک میں صرف ان ہی چیزوں کو جاری کر دیا

احکام رسائل و مسائل

سوال : راوِلپنڈی کے ایک دکاندار نے یہاں ہجر مجھ سے کپڑے کے چند تھانوں کا سود کیا۔ کپڑا گو دام میں تھا۔ اس نے کپڑا دیکھا نہ اس کا نمونہ۔ ہارگر کے حساب سے دو ہزار گز کپڑا اس نے خریدا۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ شرط بھی لگا دی کہ وہاں تک چوٹھا نا بھی تیرے ذمہ ہے۔ میں نے یہ شرط تسلیم کی۔ یہ سودا کر کے وہ چلا گیا۔ میں نے مال تیار کر کے اوخرچ برداشت کر کے راوِلپنڈی پہنچا دیا۔ وہاں جب اس نے کپڑا اکول کر دیکھا تو کہا کہ مجھے تو یہ پسند نہیں، وہاں سے جائے۔ پہلے تو میں نے انکار کیا کہ جب ایک دفعہ بات طے ہو چکی ہے تو اب آپ کو لینا پڑیگا۔ یا اس میں کوئی عیب اور نقص بنا دیجئے۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور کہا کہ شرعاً مجھے خیاب رویت کی بنا پر یہ حق حاصل ہے۔ خواہ اس میں عیب نہ بھی ہو۔ لیکن جو چیزیں نے دیکھی نہیں تھی اور خریدی ہے، مجھے اب واپس کرنے کا حق ہے۔ ایک مولوی صاحب سے پوچھا۔ انہوں نے اسکی تصدیق و تائید کی۔ بلکہ فرمایا کہ فروت کرتے وقت آپ نے جو شرط مان لی ہے، اس شرط کے لگا دینے سے بیع فاسد ہو گئی ہے۔ لہذا آپ ضرور واپس سے لیجئے۔ پھر نے سرے سے بیع کریں تو اور بات ہے۔ ورنہ شرعاً آپ کو سابقہ بیع فسخ کرنا چاہئے۔ جب مجھے معلوم

ہوا کہ مسئلہ ایسا ہے تو میں نے تسلیم کیا۔ لیکن اب مال کے واپس آنے میں مزید خرچ بھی پڑے گا۔ لے جانے کا تاوان بھی مجھ پر آیا اور واپسی کا تاوان بھی مجھ پر۔ اب میں اسے کتنا ہوں کہ لے جائے اور واپس لے آئے کا تاوان تو آپ برداشت کریں لیکن وہ بالکل تاوان برداشت کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں۔ رد و کد کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ اس بار سے میں بھی پوچھا جائے کہ شرعی طور پر اس خرچے کی ذمہ داری کس پر ہے۔ اس مولوی صاحب سے پوچھا۔ مگر اس نے ہاں اور نہ کا کوئی قاضی فیصلہ نہیں دیا۔ آپ بتائیے کہ شرعاً یہ تاوان کس پر پڑیگا؟

الجواب : ہر اتنی بات تو درست ہے کہ صورت منہ بہ بالا میں خیابا رویت کی بنا پر اس شخص کو واپس کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ اور راوِلپنڈی تک بیع پہنچ کر دینے کی شرط بھی مفید عقد ہے۔ کیونکہ یہ شرط متعارف بھی نہیں اور مقتضی عقد بھی نہیں۔ لہذا بیع کے ساتھ اس شرط کے لگا دینے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اور آپ کو چاہئے کہ کپڑا واپس لے لیں۔ آپ نے راوِلپنڈی تک مال پہنچا دینے پر جتنا خرچ کر دیا ہے اس کے ذمہ واپس نہ ہوں۔

آپ خریدار سے وصول کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ البتہ وہاں مال پہنچانے کے بعد اب یہاں لائن پور تک پہنچانا اس کے ذمہ ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ جتنا خرچ بھی پڑے وہ

برداشت کر کے وہ کپڑا یہاں پہنچا کر آپ کے حوالہ کر دے۔ علامہ شامیؒ کی مندرجہ ذیل عبارت سے یہ مسئلہ بالتفصیل ثابت ہوتا ہے :۔ يستفاد من كلام الفصوليين ان ما انفقه البائع على تحميله الى منزل المشتري لا يسلم

بقية صفحہ گذشتہ : ہر جائیگا۔ اور قل ان صلاتی ولنسکی ونحیای ومما فی للہ رب العالمین۔ ہمارا دستور العمل اور بنیاد مملکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کی توفیق دے اور امتحان میں کامیابی نصیب فرمائے +

المشتري اذا سار عليه البيع الى محل العقد لان البائع
مستبرع بما انفقه لان الواجب عليه التسليم في محل
العقد دون التحويل وبه يظهر جواب حادثة
الفتوى اشتري حذو الميرة وشرط على البائع
تحويله الى بلدة المشتري ثم سار له فلم يرض به
واسار ادفع البيع بخيار الرقبة او بفساد العقد بسبب
الشرط المذكور والجواب انه يلزم من تحويله الى
بلدة البائع ليرده عليه وان كان الراد بسبب الفساد
لما صرح به في جامع الفصولين ايضا من ان مؤنة
سرد البيع فاسدا بعد الفسخ على القابض (شامی ج ۳)
سوال ہر میں نے ایک شخص سے دو سو من چاول خرید
لایا۔ چاول کے قسم کا نام لیکر اور قیمت منعیں کے میں نے
بائٹ لے لی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اس کے پاس گودام میں دو سو
من چاول موجود ہوگا۔ اور وہی میں خرید رہا ہوں۔ میں نے
کہا کہ دس روز کے بعد میں مال اٹھاؤں گا۔ کل جب مال لے آئے
دور رقم دینے کے لئے آیا تو چونکہ اس ہفتہ میں نرخ دو روپیہ
تیر ہو گیا ہے۔ غالباً اس لئے اس نے کہا کہ بھائی میں آپ کو
چاول نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں نے مسئلہ پہ چھاپے جس کی
بنیاد اس روز ہمارے بیچ تو ہوتی نہیں تھی۔ لہذا نہ میں نے کچھ
دیا نہ آپ نے کچھ لیا۔ اور آج اس بھائے پر میں دینے کے لئے تیار
نہیں ہوں۔ میں نے یہ کہا کہ یہ کیا قصہ بنا رکھا ہے۔ اس نے
جواب میں کہا کہ جس دن آپ سے فروخت کی بات ہوئی
تھی میری ملکیت میں اس روز چاول بالکل نہیں تھا تو دام خالی
تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ باہر سے مال منگواؤں گا تو آپ کو دیدو
گکا۔ اس کے پانچ روز بعد مل فرید کے آیا ہوں اور اب میرے
پاس ہے۔ مگر شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز بائع کی ملکیت میں
نہ ہو وہ فروخت نہیں کر سکتا۔ لہذا میرا وہ بچنا درستہ نہیں

تھا اور آپ کا خریدنا درست نہیں تھا۔ وہ معاملہ تو بالکل
کالعدم ہے۔ اب مال موجود ہے۔ موجودہ نرخ پر لینا چاہو
لے لو ورنہ خالی ہاتھ جاؤ۔ میں نے اصرار کیا کہ نہیں ایسا نہیں ہو
سکتا۔ آخر دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ شرعی حکم کے مطابق
جھگڑا ختم کر دیا جائے۔ تو آپ بتائیے کہ شرعاً اس جھگڑے
کو کس طرح ختم کر دیا جائے۔

الجواب ہر اصولاً تو اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جب
بائع کی ملکیت میں کوئی چیز ہو نہیں تو اس کا فروخت کرنا درست
نہیں۔ بیع منعقد ہی نہیں ہوتی۔ لا بیع ما لیس عندک
ارشاد نبوی کے مطابق فقہاء کرام کے ہاں مسئلہ ایسا ہے۔
لہذا اگر واقعہ ایسا تھا کہ اس کے پاس چاول موجود نہ تھا اور
اس نے معدوم کی بیع کی ہے تو بیع نہیں ہوتی۔ اگر آپ کو
یہ تسلیم ہے کہ ہاں چاول اس وقت نہیں تھا تو میں جھگڑا ختم
ہے۔ آپ اصرار نہ کیجئے۔ اور اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ نہیں چاول
اس وقت موجود تھا اور بیع منعقد ہوئی ہے۔ اور اب وہ غلط
انکار کر رہا ہے تو آپ کو یہ دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے۔ کہ
چونکہ بیع موجود تھا لہذا بیع درست ہے اور مجھے اپنی چیز
دی جائے۔ اور ثمن لیا جائے۔ وہ انکار کرے گا۔ تو پھر یا تو آپ
باقاعدہ شرعی قانون شہادت کے مطابق ایسے گواہ پیش
کر دیں جو ثابت کر دیں کہ یہ وقت بیع دو سو من چاول بائع
کی ملکیت میں موجود تھا۔ اور اگر آپ کے پاس بتینہ نہیں تو وہ
قسم کھا کر کہے کہ چاول نہیں تھا۔ اور قسم کے بعد آپ کا
دعویٰ خارج ہوگا۔ اور بیع کے نہ ہونے کا فیصلہ کر دیا جائیگا۔
علامہ شامی کے مندرجہ ذیل عبارت سے یہ مسئلہ ثابت
ہوتا ہے۔ ہر ما ع الفاسر طل من القطن ثم ادعی
انہ لم یکن فی ملکہ یوم البیع قطن وعنده یوم القطن
لفاسر طل من القطن یقول اصبہ بعد البیع کانت

القول قولہ بیحدہ کما فی الخانیۃ (شامی ج ۴ ص ۹۶)
 سوال : ہر میں یوں کے کپڑے کی خرید و فروخت کا
 کاروبار کر رہا ہوں۔ اور مختلف شہروں کے دکانداروں کو
 نمونے بھیج کر ان سے آرڈر حاصل کرتا اور مال بھیجتا ہوں
 ایک قصبہ کے دکاندار نے مجھے لکھا کہ پاپلین اور کوٹے
 ٹٹے کے چن نمونے بھیجو تاکہ انہیں پسند کر کے مال
 خریدوں۔ میں نے چار پانچ مختلف رنگوں کے پاپلین کے
 آدھ آدھ گز ٹکڑے جن پر تھان کا نمبر بھی لگا ہوا تھا۔ اور
 اسی طرح کوٹے ٹٹے کے چند ٹکڑے بھیجے۔ وہ نمونے
 دیکھ کر اس نے لکھا کہ فلاں نمبر کے پاپلین کے پچاس تھان
 اور فلاں نمبر کے کوٹے ٹٹے کے چالیس تھان بھیج دو۔ میں
 ان نمونوں کے مطابق اتنے تھان بھیج دیے۔ اس دوران
 میں کچھ نرخ گر گیا۔ تو درحقیقت متوقع تاوان کے اندیشہ
 سے اس نے کپڑا کھولتے ہی وصول کرنے سے انکار کر دیا۔
 اور کہنے لگا کہ میں نہیں لینا چاہتا۔ اور مال واپس کر دیا۔ جس
 کی وجہ سے اب مجھے بہت خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔
 تو کیا شرعاً اس شخص کو واپس کرنے کا حق حاصل تھا جبکہ
 مال میں کوئی عیب اور نقص بھی نہیں۔ اور بالکل نمونے کے
 مطابق ہے ؟

الجواب : ہر یوں کا بنا ہوا کپڑا جب ایک خاص نمبر
 کا ہو تو وہ طول و عرض اور موٹائی وغیرہ میں یکساں ہوتا
 ہے۔ اس لئے اگر ایک ٹکڑا دیکھ لیا جائے اور اسے پسند کر دیا
 جائے تو اس نمبر اور اس نمونہ کے آرڈر جتنے تھان بھی خریدے
 جائیں تو ان میں خیار سرقیۃ نہیں رہتا۔ اور بیع تام ہوتی
 ہے۔ اسی طرح اگر ایک تھان دیکھ کر پسند کیا جائے تو باقی
 جتنے تھان اس نمبر کے ہوں ان میں خیار روت نہیں ہوتا۔
 لہذا اس اصول کے مطابق جب آپ کے اس گاہک نے

نمونے دیکھے تھے اور دیکھ کر پسند کر کے آرڈر دیا تھا اور
 آپ نے بعینہ اسی نمبر کا کپڑا بھیجا ہے تو اس کو واپس کرنے
 کا حق حاصل نہیں۔ آپ اپنی رضامندی سے واپس لیں
 تو دوسری بات ہے۔ لیکن اگر آپ نہ لینا چاہیں تو انکار کر
 سکتے ہیں۔ کپڑا اب ہر حال اسی کا ہے۔ اور اس کے ذمہ آپ
 کا وہ ثمن لازم ہے جو یہ وقت بیع مقرر ہوا تھا۔ اس بارے
 میں علامہ شامی کی یہ عبارت پیش نظر رہے۔ ہر وبقی
 شیء لہذا من ثبہ علیہ وهو مالوکان للبیع الثواب
 متعددا وہی من غلط واحد لاختلف عبادۃ
 بحیث یباع کل واحد منها بمن متحد ویطہر لی
 اندیکفی سرقیۃ ثوب منها الا اذا ظہر الباقی اسدا۔ و
 ذلک لانہا تباع بالموذج فی عادیۃ التجار اذا كانت الوان
 مختلفۃ ینظر من کل لون الی ثوب واحد بل قد
 یقطعون من کل لون قطعۃ قدرا الاصبع ویلصقون
 القطع فی سرقیۃ فیعلم حال جمیع الاثواب برویۃ ہذا
 السرقۃ ویكون طول الثوب وعرضہ معلوما فاذا
 وجدت الاثواب کلہا علی حال المرقی واللحم بلا تفاوت
 بینہا ینبغی ان یسقط خیار سرقیۃ لانہا حینئذ بمنزلۃ
 العدی للثواب کالجوز والبیض اذا لاشک اند قد
 یحصل تفاوت بین جوزۃ وجوزۃ ولکنہ یسیر لا
 ینقص الثمن فاذا کان نوع من الثیاب علی ہذا الوجه
 لا یختلف ثوب منها عن ثوب اخر لا ینقص الثمن
 عادۃ کان کذلک ولا یمیزا اذا كانت الثیاب من سدی
 واحد لاند داخل تحت قول الہدایۃ وغیرہا انہ
 یکتفی برویۃ ما یدل علی العلم بالمقصود الی اخرہ۔
 (شامی جلد ۴ ص ۶۹)

مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں

جناب محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کا مکمل فیصلہ

آس ماہ کی ۳ کو جناب محترم شیخ محمد اکبر صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کی عدالت میں مسماۃ ائمہ الکرم نے دعویٰ کیا کہ مجھے میرے خاوند مسی لغٹ نذیر الدین نے طلاق دیدی ہے۔ مجھے اپنے خاوند سے حق حرم وغیرہ دلایا جائے۔ ہر دو فریقین کے وکلاء کی بحث و تمحیص کے بعد فاضل جج نے براہین قاطعہ اور دلائل ماطعہ سے ثابت کیا کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ نفل فیصلہ درج ذیل ہے: (محل میں)

مسماۃ ائمہ الکرم نے اس کے علاوہ ان اشیاء کا معاوضہ حاصل کرنے کا دعویٰ بھی دائر کر دیا جو اس کے والد نے شادی کے موقع پر جہیز میں دی تھیں۔ اور جن کی مالیت ۴۲۰۳ روپے بیان کی گئی ہے۔

شادی درست نہیں تھی: در لغت نے تمام الزامات کی صحت سے انکار کر دیا۔ اور یہ جواز پیش کیا کہ جہیز کی اشیاء میں سے اسکی ملکیت میں سے اب کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ جہیز کی واپسی کے متعلق یہ دلیل پیش کی گئی کہ شادی سرے سے ہی درست نہیں تھی، کیونکہ یہ مجلس ازی سے ہوئی۔ کیونکہ اس وقت مسماۃ ائمہ الکرم کو حنفیہ العقیدہ ظاہر کیا گیا تھا۔ جبکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروکار تھی۔ اور اگر یہ مجلس ازی ظاہر ہو جائے تو یہ شادی ایک مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان ہو کر رہ جاتی ہے۔

احمدی عورت کے شادی ممکن ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ شادی بظاہر بہ رضا و رغبت ہوئی۔ جس کے نتیجہ کے طور پر اس وقت پانچ سال کی لڑکی موجود ہے۔ مسماۃ ائمہ الکرم نے اس مجلس ازی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لڑکی کے باپ نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ ایک حنفی العقیدہ مسلمان ہے۔ اس کے علاوہ یہ جواز بھی پیش کیا گیا کہ ایک مسلمان مرد اور احمدی عورت کے درمیان شادی غیر ممکن

(۷۸۶) عدالت شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی سول اپریل ۱۹۵۵ء - ائمہ الکرم بنت کرم الہی راجپوت ججوعہ مکان نمبر ۵/۵ نیلہ محلہ ٹرنک بازار

بنام: در لغت نذیر الدین ملک خٹک ماسٹر محمد دین اعوان محلہ کرشن پورہ - راولپنڈی۔

مفصل فیصلہ: در مسماۃ ائمہ الکرم بنت کرم الہی دہد عظیم کے وکیل کے بیان کے مطابق وہ لوہار ہیں، کی شادی نذیر الدین ایک میٹرکیو لیٹ سے ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بوض دو ہزار روپیہ جہیز کے طے پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں کی رسم نکاح ایک حنفی مولوی نے سر انجام دی۔

درخواست کنندہ کے وکیل کے بیان کی رو سے مسٹر نذیر الدین کو ایک ترکھان ہونے کے باوجود میٹرکیو لیٹ ہونے کی وجہ سے افواج پاکستان میں کمیشن مل گئی۔ یہ سوچ کر کہ اُسے آگے چل کر اعلیٰ سوسائٹی میں مل جل کر رہنا ہو گا اور اس کے لئے اسے اپنے پاس ایک لوہار کی لڑکی کو پاس رکھنے سے افسر سے سوشل نہیں قرار دیں گے۔ اس نے اپنی منکوحہ بیوی کو ۱۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو طلاق دیدی۔

مسماۃ ائمہ الکرم نے اس بنا پر لغٹ نذیر سے دو ہزار حق حرم حاصل کرنے کے لئے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔

کے پاس موجود ہیں۔

میں نے مسماۃ ائمہ الکرم کی طرف سے میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ اور اس کے علاوہ خواجہ احمد اقبال ایڈووکیٹ کے دلائل سنے۔ ہماری عدالت میں نذیر الدین ملک کی طرف سے مسٹر ظفر محمود پیش ہوئے۔ دونوں وکلاء میں سے کسی ایک نے بھی مندرجہ بالا عدالت کے فیصلہ کی صداقت سے متعلق ایک لفظ تک جواب سے سہمے پیش نہیں کیا۔

متعلقہ عدالت کے فیصلہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قادیانی اہل کتاب نہیں کہے جاسکتے۔ مسماۃ ائمہ الکرم مدعا علیہ قادیانی احمدی ہے۔ پس شادی کے موقع پر وہ غیر مسلم تھی۔ مدعا علیہم کے بیان کے مطابق یہ شادی قطعی طور پر غیر آئینی ہے۔ لہذا قانونی طور پر معاوضہ کا مطالبہ بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اس فیصلہ کی بنیاد پر میاں محمد سلیم نے مسماۃ ائمہ الکرم کو ۲۲.۳.۷۷ء کے ڈگری عطا کر دی۔ لیکن حق مرہ حاصل کرنے سے متعلق اسکی اپیل کو مسترد کر دیا۔

مندرجہ بالا فیصلہ کے بعد میری عدالت میں درخواستیں پیش کی گئیں۔ مسماۃ ائمہ الکرم نے حق مردہ ہزار روپے کی رقم اپنے سابق خاوند سے حاصل کرنے کی درخواست دی۔

لفٹنٹ نذیر الدین نے اپنے جوابی دعویٰ میں ماتحت عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف درخواست دی کہ اسے جہیز کی ۲۲.۲.۷۷ء کے روپے کی رقم ادا کرنے سے چھٹکارا دلایا جائے۔

مسماۃ ائمہ الکرم کے خطوط اور شہادتوں کی بنا پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شادی کے موقع پر وہ قادیانی تھی۔ اس بناء پر میں ماتحت عدالت کے مندرجہ بالا فیصلہ کی تصدیق کرتا ہوں۔

ابتدائی بحث کے دوران میں درخواست کنندہ کے

اور غیر مناسب نہیں ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ فسوخ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قانون کی رو سے خاوند اور اس موقع پر عورت کو حرجانہ دیا جانا ضروری ہے۔

لفٹنٹ نذیر نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ درخواست دہندہ اسے حق مرہ کی رقم معاف کر چکی ہے۔ دونوں پارٹیوں کی طرف سے فاضل جج کے سامنے مختلف دلائل پیش کئے گئے اور متعلقہ عدالت نے مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی۔

مدعا علیہ اور مدعا علیہم کے درمیان شادی دھوکے سے طے پائی تھی۔ لہذا مدعا علیہم مدعا علیہ کو حق مرہ ادا کرنے کا پابند نہیں ہے۔

(۱) مبینہ جعل سازی کے ثابت نہ ہونے پر بھی سادی فسوخ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کا حق مرہ کیا اثر پڑتا ہے؟ یہ امور توجہ طلب ہیں۔

(۲) کیا مدعا علیہ نے حق مرہ معاف کر دیا تھا؟

(۳) آیا مدعا علیہ کے پاس حق مرہ کے متعلق مدعا علیہم کا کوئی تحریری ثبوت موجود ہے۔ اور اسکی قیمت کیا ہے؟

(۴) اگر جواب اثبات میں ہے تو مدعا علیہ کس آئین کے تحت اسے پاس رکھنے کی مجاز ہے۔

مقدمہ کی پیر دی کے بعد میاں محمد سلیم سینئر سول جج راولپنڈی نے کارروائی ختم کرتے ہوئے مندرجہ ذیل فیصلہ دیا:-

ماتحت عدالت کا فیصلہ

(۱) دونوں کے درمیان کسی جلسہ سازی کے ذریعے شادی طے نہیں پائی تھی۔

(۲) مدعا علیہ نے حق مرہ کی رقم معاف نہیں کی تھی۔

(۳) جہیز کی ۲۲.۳.۷۷ء روپے کی اشیاء مدعا علیہم

وکیل میاں عطاء اللہ نے مندرجہ ذیل سوالات کئے تھے :-

۱۔ سب مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے آخری نبی تھے۔ اور یہ کہ ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آیا۔

۲۔ یہ کہ "اجماع" مسلمانوں میں نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کو آخری نبی تسلیم نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلامی عقائد پیرائے غیر کی دوسرے۔

۳۔ متعلقہ عدالت کے فاضل جج نے یہ فیصلہ دیا کہ اسلامی عقائد کا اصول ہے کہ رسول خدا کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ اور نہ آسکتا ہے۔

یہ عقیدہ "ختم النبیین" کہلاتا ہے جس کو قرآن کریم میں ہمارے رسول صلعم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن قادیانی اس فقرہ کو عاقم النبیین کہتے ہیں جس کا مطلب پیغمبری کی تہریا جاتا ہے۔ ان کی اس دلیل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول خدا کے بعد پیغمبروں کی آمد کو بند نہیں کیا۔ ان کے اس بیان کے مطابق مرد

غلام اعدان پیغمبروں میں سے ایک ہیں جنہیں رسول صلعم کے بعد سے ودیعت کیا گیا۔ جو قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روحانی پیغام تو ایسر نہیں آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں خفیہ طور پر پیغامات موصول ہوتے

تھے۔ اس قسم کے پیغمبر کو وہ "ظلی" ہی کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا پیغمبر جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزادانہ طور پر پیغامات موصول ہوتے ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ سے افضل :- یہ تمام بیان مرزا غلام

احمد قادیانی کی کھسی ہوئی کتاب میں سے لیگیا، جو انہوں نے اپنا دعویٰ درست ظاہر کرنے کے لئے کھسی تھی۔ اور جسے

فاضل جج نے خاص طور پر نوٹ کیا۔

تپے میں بھی اس دعویٰ کا موید تھا۔ کہ یسوع مسیح ایسا مرتبہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ پیغمبر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قریب تھا۔ اور اگر مجھے اس پر اپنی برتری کے کچھ نشانات بھی نظر آئے تو میں اسے اپنی جانبداری پر محمول کرتا۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے پیغامات مجھے موصول ہوا ہمارش کی طرح موصول ہونے لگے تو میں اس یقین کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور آخر کار مجھے پیغمبر کا لقب دیدیا گیا (حقیقت الوحی صفحہ نمبر ۴۹، ۵۰)

سب مسلمان کافر ہیں !

اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار ان کے متعلق کیا سوچتے ہیں، یہ بہتر معلوم ہو گا کہ قادیانیوں کے دو سرے خلیفہ مرزا بشیر الدین احمد محمود کے چند ایک بیانات نقل کئے جائیں :-

یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان تصور نہ کریں۔ اور ان کے چھپے نماز پڑھنے سے انکار کر دیں۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ کافر ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ (انوار خلافت صفحہ ۳۰)

متعلقہ عدالت نے یہ بھی دیکھا ہے کہ احمدیوں کے عقائد دو سرے مسلمانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اور دونوں پیغمبری سے متعلق اور زیادہ واضح ہے۔

مدعا علیہ کے وکیل نے اپنی درخواست میں کہا ہے کہ قادیانی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ لیکن یہ بیان مرزا غلام احمد کی طرف سے پیغمبروں کی آمد کے نہایت مختصر عرصہ میں دیئے گئے بیان پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا عام طور پر مسلمانوں کی اکثریت قادیانیوں کے اصول مخالف ہے۔ ماتحت عدالت بلاخواب تردید یہ کہہ

سکتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں سے سوائے احمدیوں کے کسی نہ کسی موقع پر یہ ضرور کہا ہے کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔

منطقہ عدالت کے فیصلہ کے رو سے یہ پیر بھی ایک پمفلٹ موسومہ مرزاہوں سے شادی جائز نہیں میں اسلام کے تمام فرقوں کے علماء کے فتوے شامل ہیں۔ اور یہ الہدیت امرت سرکی طرف سے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس پر اور زیادہ صاف طریقہ پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

ایک اور فاضل حج کا فیصلہ

جیکہ ہما واپور کے فاضل حج نے ۱۹۳۵ء میں مسماۃ عیثا بنام عبدالرزاق کا فیصلہ سناتے ہوئے دے دی تھی۔ اور جسے بعد ازاں کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا تھا۔ اس میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے عقائد کا مختلف فتووں کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا۔

اس کے بعد عدالت نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ ان حالات کا بھی جائزہ لیا جائے جن کے تحت قادیانیوں کے خلاف ملک گیر ایچی ٹیشن شروع ہے۔ اور اس کے علاوہ مسلمانوں میں یہ مکتب فکر کے علماء کی کافر نس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا۔ کہ قادیانی مسلمانوں کے قریب کسی بھی اسلامی فرقہ کے پیروکار نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مکمل طور پر ایک غیر اسلامی عقیدہ کے حامل ہیں۔ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اعلان کے مطابق یہ آسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

پاک کتاب کے پیروکار

مدعا علیہ کے وکیل نے ایک اور جواز پیش کیا۔ کہ کم از کم قادیانی قرآن پر اعتماد کرتے ہیں۔ لہذا انہیں اہل کتاب کے زمرے میں شامل کر لیا جائے۔ یا انہیں پاک کتاب کے پیروکار

ہی کہہ لیا جائے۔ لہذا ایک مسلمان اور ایک اہل کتاب کی شادی عین قانون اسلامی کے تحت ہے۔ اس لئے کہ قانون ختم نہیں ہوتا، فاسد ہو جاتا ہے۔ پس ثابت ہو کہ شادی قانونی تھی۔ اور حق ہر کی رقم واجب الادا۔ متعلقہ عدالت نے یہ فیصلہ بھی دیا۔ کہ مندرجہ بالا قوانین اسلامی کے تحت مدعا علیہم کے وکیل کو وجہ اختلاف نہیں۔ لیکن ان کے مطابق قادیانیوں کو اہل کتاب بھی نہیں کہا جا سکتا۔

دونوں پارٹیوں کے وکیل اس امر پر متفق ہیں۔ کہ اہل کتاب کے لئے کوئی خاص نشانیاں نہیں ہیں۔ مدعا علیہ کے وکیل کی دلیل یہ ہے کہ قادیانی اہل کتاب ہیں۔ اور وہ قرآن کریم پر اعتماد رکھتے ہیں۔

چونکہ وہ ایک بار اس امر کا اعلان کر چکے ہیں۔ کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ لہذا اس امر کی کوئی ضمانت نہیں۔ کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ اور کسی قانون کی رو سے انہیں غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا۔ یہ دلیل مجھے پسند نہیں آئی۔

قادیانی اور عیسائی: فاضل حج نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے۔ کہ قادیانیوں کو اس لئے دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے خلاف ہے۔ بلکہ اس کے الرغم یہ کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیتوں کے مطابق کو اپنے مطلب کے مطابق توڑ مروڑ کیا۔ جس کی بناء پر انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیدیا گیا۔

قادیانی اس امر پر اعتبار نہیں کرتے۔ کہ قرآن پاک ۱۳ برس پہلے سے قائم ہے۔ وہ اس امر پر بھی اعتماد نہیں رکھتے کہ اسے پیغمبر اسلام نے پیش کیا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسے مرزا غلام احمد نے پیش کیا تھا۔ یہ درست ہو کہ عیسائیوں نے اپنی روحانی کتاب انجیل میں غیر متعلقہ تبدیلیاں کیں۔ اس کے باوجود بھی وہ اہل کتاب تصور

تسلیم نہیں کرتی۔ بلکہ انہیں صرف ”مجدد“ کہتی ہے۔ اس مقدمہ میں ماخوذ مسائل بڑے دور رس اور بڑے نتائج کے حامل ہیں۔ اور ان کا ہر روز وقوع پذیر ہونا بھی فردی ہے۔ لاہور ہائی کورٹ یا کسی بھی دوسری بڑی عدالت نے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

پسلا الہام: ہر فسادات پنجاب کی تحقیقاتی رپورٹ جو میان عطاء اللہ ایڈوکیٹ کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ مرزا غلام احمد گورداسپور میں قادیان نامی ایک گھاٹوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے عربی اردو فارسی کی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ انہوں نے کسی قسم کی مغربی تعلیم حاصل نہیں کی۔ ۱۸۶۴ء میں وہ ڈسٹرکٹ کورٹ میں کلرک کے طور پر ملازم ہو گئے۔ جہاں انہوں نے چار سال تک ملازمت کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۸۸۲ء میں انہیں اللہ کی طرف سے ”الہام“ ہوا۔ جس کے تحت انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مشن پر بھیجا ہے۔ دوسرے لفظوں میں انہوں نے اپنے مامور من اللہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

مرزا جی جی اٹھے: ۱۸۸۸ء میں دوبارہ ایک الہام کے تحت انہوں نے اپنے پیروکاروں سے ”خارج بیعت“ وصول کرنا شروع کر دیا۔

۱۸۹۰ء کے قریبی دنوں میں انہیں ایک اور الہام ہوا کہ عیسیٰ بن مریم (خدا ان پر رحمت کرے) نہ ہی توصیلہ دیے گئے۔ اور نہ ہی انہیں آسمان پہنچایا گیا۔ بلکہ انہیں صلیب پر سے زخمی حالت میں ان کے مریدوں نے اتار لیا تھا۔ جہاں سے زخموں سے نجات کے بعد وہ کشمیر کی طرف بھاگ گئے۔ جہاں وہ قدرتی موت مرے۔ اس کے علاوہ یہ عقیدہ دوسرے نہیں کہ آخری ایام ان کا دوبارہ جی اٹھنا درست نہیں۔ کہ آخری ایام میں ان کا دوبارہ جی اٹھنے کا اشارہ ایک اور آدمی کا پیغمبر اسلام

کہے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔ پس اس لئے کہ ان کے پیروکار بھی اہل کتاب تصور کئے جانے لگے۔ حالانکہ مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف انہوں نے کتاب میں ابتدائی تبدیلیاں کر دی تھیں۔ ماتحت عدالت کے مطابق قادیانیوں کا قصہ قطعی طور پر مختلف ہے۔ کیونکہ مسلمان مرزا غلام احمد کو قطعی طور پر پیغمبر تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اسے پیغمبری کا چھوٹا دعویٰ دار سمجھتے ہیں۔

قرین قیاس نہیں: ہر اس قسم کے چھوٹے دعویٰ پیغمبروں کے پیروکاروں کو اہل کتاب سمجھنے کی ہلکی سی کوشش بھی کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتی۔ جبکہ وہ قرآن پر اس طرح اعتماد نہیں رکھتے جس طرح دوسرے مسلمان رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کے اپنے ارشاد کے مطابق یہ پاک کتاب ان کے لئے مشعل راہ ہے جو پیغمبران اسلام پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اور پیغمبران اسلام پر اعتماد کی یہ واضح مثال موجود ہے۔ والدین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

متعلقہ عدالت کے مطابق یہ بات ان کے لئے کسی طرح بھی اطمینان بخش نہیں ہو سکتی۔ جو قرآن کریم پر اعتماد رکھتے ہیں۔ قادیانی ان باتوں کو اپنے مرزا صاحب کے الہاموں کے تحت تسلیم کرتے ہیں۔ فاضل جج نے اس امر کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا۔ کہ قادیانی کسی طرح بھی اہل کتاب کہلائے نہیں جا سکتے۔ لہذا درخواست کنندہ شادی کے وقت غیر مسلمہ تھی۔ یہ شادی قطعی طور پر غیر آئینی تھی۔ لہذا حق امر کی رقم ادائیگی کے قابل نہیں ہے۔

قادیانیوں کی لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو پیغمبر

فرقہ سے باہر ظاہر کیا گیا۔ مرزا صاحب کے مندرجہ بالا عقائد اور اصولوں کی وجہ سے احمدیوں اور مسلمانوں میں اختلافات بڑھنے چلے گئے۔

مسلمانوں میں بغیر اسی: فاضل رنج نے آگے چل کر لکھا ہے:-

”مرزا غلام احمد کی طرف سے اپنے پیغمبر ہونے کے اعلان نے مسلمانوں میں شدید مخالفت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اور مسلمانوں کے مطابق ان کے اس اعلان نے انہیں اسلام سے باہر نکال دیا۔ ایک عام اسلامی عقیدہ کی رو سے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے۔ رسول خدا کو ان پیغمبروں میں آخری نبی مانا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت قرآن کریم اور بائبل میں بھی موجود ہے۔

رسول خدا کے بعد پیغمبروں کی آمد ختم ہو جانے کے مسئلہ کو قرآن پاک کی سورۃ ۳۴ آیت ۲۰ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

”محمدؐ مردوں میں سے کسی انسان کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن (وہ ہے) اقراء وجود خداوندی ہے۔ اور وہ ختم القیین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔“

سورۃ ۳ آیت ۸۱۔ ”اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی حکومت مفسبوطی سے تمام لیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ میں تمہیں ایک کتاب اور مملکت دیتا ہوں۔ اس کے بعد اقراء وجود خداوندی ودیعت کی۔ تاکہ یہ تو ثیق کی جائے۔ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کیا تم اس پر اعتبار کر کے اسکی امداد کرو گے؟“ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے، ”کیا تمہیں اقراء ہے؟“ اور میرے اس فرمان کو اپنے اوپر ضروری تصور کر لو۔ انہوں جواب دیا۔ ہمیں منظور ہے۔ تب اس نے کہا۔ کہ شہادتیں

شکل میں جی اٹھنے کی طرف تھا۔ یہ وعدہ مرزا صاحب کی شکل میں جی اٹھنے سے پورا ہو گیا ہے۔ وعدہ ایفا ہو گیا۔ اور مسیح پیدا ہو گیا۔ اس عقیدہ کو پبلسٹی دینے سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ کیونکہ یہ ان کے عقائد کے خلاف تھا۔ کہ ابن مریم جنت سے انسانی جسم میں دوبارہ جی اٹھے۔ اور مسلمان علماء نے اس نظریہ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔

ایک اور دعویٰ: ہر اس دعویٰ میں مرزا صاحب نے حدی آخر زمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ وہ حدی نہیں۔ جو قتل و غارتگری سے اپنی حقیقت منولے گا۔ بلکہ وہ حدی جو دلائل کی رو سے اپنے مخالفین کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔“

۱۹۰۰ء میں انہوں نے ایک اور الہامی پیغام کے ذریعہ یہ اعلان کیا۔ کہ جہاد بالسیف اور جہاد کا سوائے اس کے اور کچھ مطلب نہیں ہے۔ کہ اپنے مخالفوں کو دلائل سے دبایا جائے۔“

۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد نے اپنے ظلی نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ایک اشتہار میں جس کا عنوان میں ختم نبوت کے مسئلہ کی اس طرح تشریح کی۔ کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ اور نہ کوئی نئی شریعت پیش کی جائیگی۔ لیکن ایک نئے پیغمبر کی بغیر کسی شریعت کے آمد کو مندرجہ بالا ختم نبوت کی تشریح، تحریر کے منافی نہیں ہے۔“

سیالکوٹ میں نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو ”مسیح کرشن“ کے لقب سے یاد کیا۔

مسلمانوں کے ریکارڈ سے باہر: جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۹۰۱ء میں رکھی گئی۔ اور مرزا صاحب کی اپنی ذاتی درخواست پر اسے سرکاری ریکارڈ پر مسلمانوں کے

حاصل کرو۔ اور ان شہادتوں میں میں بھی خود موجود ہو گا۔
فاضل حج نے مختلف شہادتوں اور قرآن پاک
کی آیتوں سے یہ ثابت کیا کہ پیغمبر اسلام حضرت رسول
پاک صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے۔

آخری نبی: فاضل حج نے آگے چل کر اپنے فیصلہ
میں لکھا ہے۔ کہ ان آیتوں سے یہ امر ترشح کرنا مقصود
ہے۔ کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئندہ
ایسے اشخاص بھی پیدا ہوں گے جو خود کو نبی یا پیغمبر کہیں گے
اور جن کا اعلیٰ رتبہ انہیں اس کا اہل ثابت کر چکا۔

اس امر سے انکار نہیں۔ کہ مرزا غلام احمد اپنے لئے
نبی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ انہوں
نے یہ لفظ خاص مقصد کے تحت استعمال کیا۔ حالانکہ
حقیقی طور پر وہ نبی نہیں تھے۔

ایک شخص کے مطابق جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست
پیغام حاصل کرتے ہیں۔ اور جس کا دعویٰ نبوت تشریفی
نہیں۔ بلکہ ظنی ہے۔ اور جس کی نبوت "ظنی نبوت" کا درجہ
رکھتی ہے۔ اس کے مطابق ایسا شخص جو نبی نبوت کا دعویٰ
کرے۔ ایک نئی امت کی بنیاد دیکھے گا۔ جس کا مطلب یہ
ہوگا کہ وہ خود بخود ہی اسلامی اصولوں سے انحراف کرتا ہو۔
احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا غلام احمد کی سینکڑوں تحریرات
اور احمدیوں کے دوسرے مقتدر اہل الرائے کے بیانات
کے مطابق مرزا صاحب اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ انہیں

الہام ہوتے ہیں۔ یا انہوں نے اپنے لئے ولی کا لقب
اختیار کیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر پیغمبروں کے لئے
منتخب کیا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا مرزا صاحب کو
کبھی وحی ہوئی بھی ہے، جیسا کہ وہ وحی النبوت میں بابا
اعلان کہ چکے ہیں۔

ماضی میں ہمیشہ یہ اصول رہا ہے۔ کہ جب کوئی نبی
ہو اسے۔ انہیں لوگوں کی غلطی پر یہ مامور کیا گیا۔ جن کے
درمیان وہ پیدا ہو کر ہمارے پیغمبروں نے تمام بنی نوع
انسان سے اپیل کی تھی۔ کہ ان کے دعویٰ کو پرکھیں۔ اور
اس پر اعتقاد کریں۔

مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو پیش کر کے عوام کو
ہدایت کرنی شروع کر دی، کہ مجھے قبول کرو۔ مسلمانوں نے
اسے ایک اور سیلہ گذاب تصور کیا۔ مرزا غلام احمد نے اپنی
پہلی پہلی تحریریں میں تسلیم کیا تھا۔ کہ مسلمان ہونے کیلئے
یہ ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان لایا
جائے۔ اپنی کتاب "ہدایہ صلیح" میں فرقہ احمدیہ کے بانی نے
خود لکھا ہے۔ کہ اہل سنت کے بنیادی اصولوں پر ایمان
رکھنا جس پر کہ اجماع امت ہے، اسلام کہلاتا ہے۔ اور
ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس پر ایمان رکھے۔ ایک اور
کتاب "انجام آتم" میں اس نے لکھا ہے۔ کہ جو شخص
ایک انجیل بھر بھی شریعت سے اذہر اذہر بظاہر ہے۔ امدان
بنیادی اصولوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے جن پر اجماع امت
ہے۔ خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام وہ سرے انسانوں
کی لعنت کو دعوت دیتا ہے۔ اور یہی اس کا راستہ حقیقہ
تھا۔ اس نے اپنی کتاب "ادالہ اہام" کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھا
ہے۔ کہ تواتر غلط نہیں ہو سکتا۔

نبوت مرزا کی نوعیت: ہر بلاخر مرزا غلام احمد
نے خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور اس کی نبوت کی نوعیت
اس کے اپنے اعلانات، تحریرات اور اشتہارات کے مطابق
حسب ذیل تھی:

۱۔ "حقیقۃ الوحی" میں اس نے اپنے ایک الہام کی مدد سے
"نحمدہ اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۔ اور کہ خدا نے اس سے کہا کہ اس کے متعلق قرآن میں پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ اور آیت ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ اس کے متعلق ہے (اعجاز احمدی صفحہ ۷۱)۔

۳۔ ثمران احمدیہ کے ضمیمہ میں صفحہ ۱۳۹ پر اس نے اعلان کیا کہ لفظ "نبی" کے معنی صرف وہ شخص ہے جس پر وحی نازل ہو۔ اور جس سے کلام کرے اور مخاطب ہو۔

یہ ضروری نہیں کہ وہ شریعت بھی لائے۔ اور نہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی صاحب شریعت رسول کا پیرو ہو۔ اور کہ یہ بے معنی بات ہے کہ ہر شخص کو میتا

تک درجہ نبوت سے محروم کر دیا جائے۔ اور کہ جو مذہب اس کی تلقین کرتا ہے وہ قابلِ مذمت ہے۔ اور وہ شخص جو ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا

ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے پیغام وصول کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہ وہ شیطان کا پیغام بر ہے۔ یہ قرآن پاک اور اسلام کی کھلی توہین ہے۔

۴۔ "دافع البلاء" کے صفحہ ۱۱ پر اس نے لکھا ہے کہ سمجھاؤ وہ ہے۔ جس نے قادیان میں ایک رسول بھیجا۔

۵۔ "حقیقۃ الوحی" کے صفحات ۱۲۹ اور ۱۵۰ پر اس نے لکھا ہے کہ پہلے وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ اس کا اور یسوع مسیح کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جو پیغمبر

ہے۔ اس کے بعد اس پر وحی کی بارش ہوئے گی۔ تو اسے اپنا پہلا عقیدہ ترک کرنا پڑا۔ اور خدا اس سے اس کی پیغمبری حیثیت ہی سے اس سے خطاب کرتا ہے۔ اور کہ اس نے اسے واقع طور پر پیغمبر مقرر کر دیا ہے۔

۶۔ وہ اپنے آپ کو ایک نبی احمد کہتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو یہ درجہ قرآن نے دیا ہے۔ جیسا کہ اس نے ازالہ وہامہ پہلے اپڈیشن کے صفحہ ۶۳۳ پر لکھا ہے

وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔

ازالہ وہامہ صفحہ ۶۶۵، اور کثیر التعداد انبیاء علیہم سے اپنے آپ کو افضل تصور کرتا ہے۔

وہ معیار الانبیاء کے صفحہ ۱۱ پر وہ تمام انسانوں سے بلند مرتبہ رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اور خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹ اور ۳۵ پر وہ یسوع ہدیٰ برائے مسلمانان اور کرشن دناناج برائے ہنود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۵)

اس نے حضرت حسین علیہ السلام سے برتر ہونے کا دعویٰ کیا۔ "دافع البلاء" در صفحہ ۱۱۳، اور کہ اس کا امام حسینؑ کو اس کے دشمنوں نے شہید کر دیا تھا۔ لیکن میں محبت خدا کا شہید ہوں۔

اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاندان کے متعلق کہا کہ اس کی تین داہیاں اور ناٹیاں زنجیر تھیں۔ اور کہ وہ دروغ بائیاں کرتے تھے۔ اور وہ مسمریزم اور جمل سازی سے کام لیتے تھے۔

۷۔ اس نے اپنی پیغمبری کا دعویٰ غیر مبہم الفاظ میں یہ کہہ کر کیا۔ وہ ایک پیغمبر ہے۔ اور اس امت میں نبی کا لفظ صرف اسی کے لئے ہی مخصوص کیا گیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹) وہ وحی کے بغیر بولتا نہیں۔ اربعین غمیدہ۔ اور کہ خدا نے اس سے کہا ہے کہ وہ بلاشبہ ایک رسول ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷)

غلطی سے وہ عزت بخشی ہے کہ کسی اور انسان کو نہیں دی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۲) ۱۳۵

خدا نے اسے کوثر عطا کیا ہے۔ (ضمیمہ انجام اتھم) اس نے دعویٰ کیا، اس کا درجہ قادر مطلق کا ہے۔

اور وہ اصلی خدا ہے۔ وہ واضح طور پر کہتا ہے کہ وہ خدا ہے جس نے زمین و آسمان بنائے۔

(آئینہ کمالات صفحہ ۵۸۳، ۵۸۵)

_____ اسی سبب سے وہ اعلان کرتا ہے کہ

جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)۔ اس کے پیروؤں کو ایسے شخص کے

پیچھے نماز پڑھنا ممنوع ہے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص ۱۷۱)۔ کہہ دینے سے اپنا

بیٹا کہہ کر پکارا ہے۔ (البشری ص ۱۶۹)۔ کہہ دینے سے کہا ہے کہ اگر وہ مرزا غلام احمد کو پیدا نہ کرتا تو اس نے کائنات ہی پیدا نہ ہوتی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۹)

مرزا غلام احمد کے ان دعاوی کی بنا پر تمام فرقوں کے علماء سے ۱۹۲۵ء میں ایک فتویٰ حاصل کیا گیا تھا۔

۸۔ مرزا غلام احمد کے مندرجہ بالا دعاوی پر کہ وہ نبی ہے، اس کا موجودہ جانشین مرزا بشیر الدین محمود

متواتر زور دیتا رہا ہے۔ (حقیقۃ النبوت ص ۲۲۸) پر اس نے لکھا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

انوار خلافت میں اس نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے غلطی سے خدا کے خزانوں کو ختم سمجھ لیا ہے۔ اور وہ خدا کے قادر مطلق ہونے کے قائل نہیں۔ ایک نبی کی تو بات ہی کیا، میں کہتا ہوں ہزاروں نبی ظاہر ہوں گے۔

انوار خلافت ص ۶۵ پر احمدیوں کے موجودہ سربراہ نے کہا ہے کہ اگر اس کی گردنی کے دونوں طرف تلواریں دکھ دیں اور اس سے پوچھا جائے کہ پیغمبر اسلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو وہ در مرزا بشیر الدین محمود اس بات پر زور دے گا کہ یہ سوال پوچھنے والا جھوٹا ہے۔ پیغمبر

اسلام کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ اور وہ یقیناً آئیں گے۔ اس طریق پر مرزا غلام احمد نے نئے نبیوں کے لئے دروازہ کھول دیا۔ اور قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کو سچا نبی تسلیم کر لیا۔ اس نقطہ کے متعلق مندرجہ ذیل مثالیں درج ہیں۔

ادعائے نبوت کے حوالے

(۱) مرزا غلام احمد نے ۱۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو بدر میں لکھا کہ وہ خدا کی احکام کے تحت ایک نبی ہے۔

(۲) مرزا بشیر الدین محمود نے "حقیقۃ النبوت" کے صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صحیح معنوں میں اور شریعت کے مطابق نبی تھے۔ وہ مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی تھے۔ اس اعلان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص اس مدعی نبوت کے دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کرے وہ کافر ٹھہرتا ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ تمام قادیانی ان مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد کو سچا نبی نہیں مانتے کافر کہتے ہیں۔

اس نقطہ کے متعلق مندرجہ ذیل مثالیں ہیں۔

۱۔ تمام مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی۔ خواہ انہوں نے اس کا نام بھی نہ سنا ہو سب کافر ہیں۔ اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۳۵)

۲۔ ہر شخص جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتقاد رکھتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔ یا حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتقاد نہیں رکھتا، یا پیغمبر اسلام پر ایمان رکھتا ہے، لیکن مرزا غلام احمد پر یقین نہیں رکھتا پکا کافر ہے۔ اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ (ریویو آف دی پیغمبر ص ۱۷۱)

۳۔ مرزا بشیر الدین محمود نے گورداسپور کے ایک سب جج

کی عدالت میں جیسا کہ الفضل مورخہ ۲۹، ۲۶، ۲۷ جون ۱۹۲۲ء میں چھپا تھا، مندرجہ ذیل بیان دیا :-

”ہم مرزا غلام احمد پر ایمان رکھتے ہیں۔ جبکہ دوسرے غیر احمدی نہیں رکھتے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر شخص جو کسی نبی کو بھی ماننے سے انکار کرتا ہے کفر کرتا ہے اور غیر احمدی تمام کا فر ہیں۔“

وہ ان اشعار کا مصنف ہے :-

”منم مسیح زمان و منم کلیم خدا و منم محمد احمد کہ محبتے باشد
میں کبھی موسیٰ کبھی عیسیٰ کبھی یعقوب ہو
نیز براہیم ہوں نسلیں میں میری بشمار

یہ وہ مرتبہ ہے جس کا وہ دعویٰ ہے۔ اور ثانیاً وہ ان تمام کو کا فر گردانتا ہے جو اس کے اس مرتبے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے نبوت کی حمایت میں مسلمانوں کے عقیدے سے فائدہ اٹھانا چاہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں

ہوئے۔ بلکہ جو تھے آسمان پر زندہ ہیں۔ جہاں سے وہ قیامت کے دن زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد نے اپنے آپکو حضرت عیسیٰ کا رتبہ دیا۔ اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سلسلہ البامات کی دوسری منزل تھی۔

مسلمانوں کا ایک اور عقیدہ ہے کہ امام احمدی قیامت سے پہلے آئیں گے۔ اس نے (مرزا غلام احمد نے) احمدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ گذشتہ چودہ سو سال میں جس نے میلہ کذاب کی طرح نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسلمانوں نے اسے برداشت نہیں کیا۔

اس لئے اس نے مہربان برطانوی حکومت کی پناہ لی۔ آئرلینڈ جانے جو کورٹ آف انکوائری کے ارکان تھے، مندرجہ ذیل الفاظ قائم کئے :-

”ایسی نزاع برطانیہ کے مفید مطلب تھی جو چاہتا تھا کہ جن لوگوں پر وہ حکومت کرتا ہے وہ اس حد تک مذہبی اختلافات میں پھنسے رہے ہیں۔ جہاں تک کہ قانون و امن خطرے میں پڑ جائے۔ اگر لوگ صرف ایک دوسرے کے بہشت میں جانے کے حق میں یا ایک دوسرے کو دوزخ بھیجنے کے معاملے میں لڑتے رہیں اور وہ نہ ایک دوسرے کا سر توڑیں، نہ اپنے لئے دنیا کی کوئی چیز مانگیں تو برطانیہ ان جھگڑوں میں بالکل غیر جانبدار بلکہ مطمئن رہتا تھا۔ لیکن جو نبی کوئی سر پھٹول تک پہنچتا تھا تو برطانیہ بگڑ جاتا تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو برطانوی راج کی اس صفت کا پورا پورا اعتراف تھا۔ جو نہ صرف ایسے اختلافات کو برداشت کر لیتا تھا، بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتا تھا۔ اور بانی تحریک احمدیہ کے خلاف غیر احمدیوں کی بڑی شکایت برطانیہ کی چا پلوسی تھی۔“

”قادیانی فرقتے کا بانی جانتا تھا کہ مسلمانوں نے میلہ کذاب اور دوسرے مدعیان نبوت سے کیا سلوک کیا تھا۔ اس لئے اس فرقہ کو قیام نبوت کے لئے انگریزی حکومت کی پناہ کی بے حد ضرورت تھی۔ مرزا غلام احمد کے مندرجہ ذیل سوالات دیکھئے :-

۱۔ مخطوطات احمدیہ ۱۳۷۱ھ اولیں مرزا غلام احمد نے لکھا :- ”برطانوی حکومت کے پاس ہم پر مہربانیاں کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ اگر ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں تو ہم نہ مکے میں عذر دے سکتے ہیں نہ قسطنطنیہ میں۔ ہم برطانوی حکومت کے خلاف کیسے ہو سکتے ہیں۔“

۲۔ ”سنت جلد ۶ ص ۹۷ میں مرزا غلام احمد نے لکھا :- ”میں اپنا کام مکہ یا مدینہ میں جاری رکھ سکتا ہوں نہ روما میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ میں ہندوستان میں انگریزی راج

کی خیر مانگتا ہوں؟

۳۔ تبلیغ رسالت جلد مذاکے ۱۳۳ پر مرزا غلام احمد نے بیان کیا ہے کہ:-

”اگر قادیانیوں کو برطانیہ کی کرم فرمائی سے باہر جانا پڑے تو انہیں جائے پناہ کہاں ملے گی؟“

اسی وجہ کی بنا پر آنر بیل ججوں نے اپنی رپورٹ کے ۱۹۵۱ء پر پاکستان کے منعلق قادیانیوں کے طرز عمل کا تجزیہ بدین الفاظ کیا ہے:-

”ششہ میں پہلی جنگ عظیم کے دوران میں جب بغداد انگریزوں کے ماتھے آیا اور ترکیہ کو شکست ہوئی تو قادیانیوں میں جشن منایا گیا۔ جس پر مسلمانوں نے اظہار ناراضگی کیا اور وہ قادیانیوں کو انگریزوں کا پٹھو سمجھنے لگے۔“

جب مسلمانوں کے لئے ایک وطن تقسیم ملک کے ذریعے حاصل کرنے کے امکانات افق پر ظاہر ہونے لگے تو قادیانیوں نے آئیوے واقعات سے متاثر ہونا شروع کر دیا ان کی ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۷ء کی تحریروں سے انکشاف ہوا کہ وہ برطانیہ کے جانشین بننے کی توقع رکھتے تھے۔ لیکن پاکستان کی دھندلی سی تصویر واضح ہو کر حقیقت بنتی نظر آئی تو قادیانیوں نے اپنے آپ کو مشکل میں پایا کہ وہ نئی ریاست میں نہپ نہیں سکتے۔

خداوند کریم ان لوگوں سے تم کو لڑنے کے لئے نہیں کہتا جو تم سے تمہاری مذہبی امور کی مخالفت میں کوئی تنازع نہیں کرتے اور نہ ہی تم کو تمہارے مکانات سے بے دخل کرتے ہیں جب کہ تم ان سے مرہانیاں کرتے ہو اور ان سے انصاف کے ساتھ پیش آتے ہو۔ کیونکہ خداوند کریم ہر اس شخص کے ساتھ مساوی سلوک کرتا ہے۔

۷۔ ان لوگوں کو فی سبیل اللہ جہاد کرنے دو جو اپنی

دنیوی زندگی کو دینی اور اس فانی زندگی کے بعد دائمی زندگی کے لئے قربان کر دیتے ہیں خواہ وہ لوگ شہید ہو جائیں یا وہ فتح حاصل کر لیں۔ ہم دعا، ان کو اجر عظیم عطا کریں گے۔“

۷۔ اور کیوں نہ تم لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ یا ان کے لئے جہاد کرو جو کمزور ہیں، جو مظلوم ہیں اور جن کے ساتھ عمدہ سلوک نہیں کیا جاتا کوئی مرد یا عورت یا بچہ جس کی پکار فقط یہ ہے، اے خدا ہمیں اس زمین (شہر) سے نجات دلوا جہاں ظالم بستے ہیں۔ اور ہمارے لئے ان لوگوں کو کھڑا کر دے جو ہماری مدد کر سکیں۔ اور ہمارے بچاؤ کا سامان پیدا کر سکیں۔

سورۃ ۹ آیت ۵، لیکن جب دہشت گردانہ گزرجائیں تو جہاد کرو اور جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ قتل کرو۔ ان کا محاصرہ کرو۔ اور اگر وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوں اور باقاعدہ عبادت خدا وندی کریں اور باقاعدہ خیرات ادا کریں (زکوٰۃ و صدقہ) تو تم بھی ان کے لئے راہیں کھول دو۔ کیونکہ خداوند کریم بھی اکثر معاف کر دیا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بہت رحیم و کریم ہے۔

سورۃ ۳۵ آیت ۵۲، لہذا غیر معتقدین کی بات سنو ضرور، مگر قرآن مجید کی روشنی میں حتی الوسع انکی مخالفت کرو جہاں تک جہاد کے روحانی اصول کا تعلق ہے۔ احیوی فقط نظر یہ ہے کہ جس چیز کو جہاد بالسیف کہتے ہیں وہ صرف ذاتی مخالفت میں جائز ہے۔ اور مرزا غلام احمد نے صرف انہی بنیادوں پر اس اصول جہاد پر اپنے نظریے کا اظہار کیا ہے۔

وہ سرری پارٹی احمدی کا خیال ہے کہ وہ الفاظ حق میں مرزا صاحب نے نظریہ جہاد پر اتنا اظہار رائے کیا ہے۔ اس کے واضح ہے کہ وہ اصول قرآن کی شرح نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ

قرآن کے ایک تخلیقی اصول کو پیش کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ہندو جہ ذیل وضاحتوں پر اس امر کی بنیاد رکھی گئی ہے:۔
”میں ایک حکم نیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں، یہ کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے“

اب جہاد دین کے لئے حرام ہے۔
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے۔
شیع کے آنے کا یہ نشان ہے کہ وہ دین کی لڑائیاں ختم کر دیں گے۔

میں نے جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت متاثر قرار دیا ہے۔

میں نے جہاد کے خلاف صد ہا کتب تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔

شیع موعود کے وقت قطعاً جہاد کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

اب زمین کا فساد بند کیا گیا۔
اب جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غادی نام لکھ کر حریفوں کو قتل کرتا ہے وہ خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

میرے فرقہ میں جس کا خدا نے مجھے امام اور رہبر مقرر فرمایا ہے، تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ یہ فرقہ اس بات کو قطعاً حرام جانتا ہے کہ اس دنیا کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔

اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے، میری نگاہ میں اس سے بڑا اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔

مجھے مسیح اور ہمدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔
مرزا صاحب کی تحریروں یا ان کے جانشینوں یا پیروؤں میں مذکورہ بالا تھا اور موجود ہیں۔ میری وحی میں امر بھی

ہے اور نہ ہی بھی۔

یہ چیز اربعین تک میں موجود ہے۔ اس بات کو سختی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ

مسب قرآن کریم کے بنیادی قوانین کے تحت ہے۔ اس بات کے جواب میں درخواست کنندہ کی طرف سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ الفاظ اور وضاحت جو استعمال کی گئی ہے ان میں کوئی انحراف موجود نہیں ہے۔ بلکہ کلیۃ قرآنی اصول کا مفسر انا اظہار ہے۔

اور مجھے صدیوں سے غلط سمجھا جاتا رہا ہے اور اس میں غلام احمد کی تفسیر سے متعلق صرف یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

کہ انہوں نے جو کچھ بھی کہا وہ غلط کہا نیوں کو اصل سے علیحدہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس سلسلہ میں احمدیہ پارٹی کی طرف سے

حوالہ جات بھی پیش کئے گئے تھے۔ جس میں اس امر کی خاص وضاحت کی گئی تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کے

متعلق جو کچھ بھی کہا یا سپرد قلم کیا وہ صرف جنگ کے معطل کے لئے تھا۔ مذکورہ کسی مذہبی قانون سے انحراف کی صورت تھی۔

یہ نکتہ اہمیت کے ساتھ قابل غور ہے۔ کیونکہ گران سے یہ خیال کیا جائے کہ مرزا قادیانی کے یہ نظریات صرف پیش کرنے کی غرض سے تھے اور اب بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ تو اس سے

ان کے پیروؤں کا یہ عقیدہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور خود قادیانی کے نبی بعد صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کی تردید ہو جاتی ہے۔

اور اس کے بعد اس کا زیادہ تر نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ اصولوں کی تفسیر کی بنیاد وحی یا الہام پر ہے۔

غیر احمدی پارٹی کی طرف سے مزید ایک قدم آگے یہ سب چلی جاتی ہے کہ ان کی تحریروں میں جو چیز بھی ہے وہ صرف اہل

اصول کی تشریح ہے۔ اور مرزا صاحب کی حیثیت بھر بھی اس اصول کے تحت صرف ایک تشریحی نبی کی ہے کہ تصفیہ شدہ

قوانین بجائے خود اصل قانون کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ مفسر

خود اپنے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ اسے تفسیر میں مداخلت کے حقوق حاصل ہیں۔

ناسخ و منسوخ کے نظریہ کی تردید سورۃ ۲ آیت ۱۷۱ سے قطعاً تردید کی جاتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے خیال کے مطابق قادیانی کا فرگردانے جاتے ہیں۔ اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے اس انکار پر کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول آخر الزمان تھے۔ اور مذہب کو لغتی اور شیطانی کہنا جب کہ پیرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر ہونے کا اعلان رکھتے ہیں۔

۲، مرزا غلام احمد کشتری بھی نبوت کا دعویٰ (۳) یہ دعویٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام مرزا صاحب کے پاس وحی لیکر آتے تھے۔ اور وحی قرآن کریم کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۴) مختلف طریقوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ کی توہین (۵) رسول کریم اور ان کے مذہب سے متعلق توہین آمیز فقرات (۶) قادیانیوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہنا۔

۱۹۵۴ء کے فسادات کے دوران میں اور ۱۹۵۴ء کی تحقیقات سے قبل قادیانیوں نے اپنی اصلیت کی طرف رجوع کیا اور تحقیقاتی عدالت کے سامنے انہوں نے اپنے بانی کے اقوال سے انحراف کی جاتی تھیں تبدیلی کرنے کی سعی کی۔ مذکورہ بالا بحث و تجویز مجھے مندرجہ ذیل نتائج پر لاتی ہے جو میں درج و جبر کر رہا ہوں :-

۱۔ مسلمان اس بات پر قطعاً متفق ہیں کہ نبی اسلام خدا کے آخری نبی تھے۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (۲) مسلمان اس بات پر قطعاً متفق ہیں کہ کوئی بھی شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کی آمد پر اعتقاد رکھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (۳) مسلمان قطعاً اس بات پر متفق ہیں کہ

کوئی قادیانی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ (۴) اپنے ان اقوال اور تحریروں کے سائے میں جو مرزا غلام احمد کی ہیں یا ان کے جانشینوں اور پیروکاروں کی ہیں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو اس طرح کی وحی کا نزول ہوتا تھا جیسا کہ وحی نبوت تھی۔

(۵) خود مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے خود ان کی نبوت کی تردید و تکذیب ہو جاتی ہے۔ (۶) مرزا صاحب نے اپنی حیثیت کا انکار ایک مکمل نبی کی طرح کیا ہے۔ جیسا کہ عالمگیر حیثیت رکھنے والے نبیوں کو ہے۔ (۷) ہمارے نبی آخر الزمان کے بعد وحی نبوت کا نزول ناممکن ہے۔ اور جن کا اس امر پر ایمان ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مندرجہ بالا بحث اور نتائج کی روشنی میں میں خیال کرتا ہوں کہ بڑے محتاط طریق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ٹرائل کورٹ کی طرف سے جو فیصلہ صادر کیا گیا تھا۔ وہ قطعاً درست ہے۔ امتہ الکرم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں اس لئے میں اسے خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لفٹیننٹ نذیر الدین کی اپیل کا تعلق ہے، مجھے مسٹر مظفر محمود ایڈووکیٹ نے اس سے متعلق بہت امور مجھ کو بتائے ہیں۔ امتہ الکرم کے جنیر کی چیزیں اس کے قبضہ میں ثابت ہوتی ہیں۔ ان کی قیمت بہت محتاط طریق پر لگائی گئی ہے۔ مجھے اس کی اپیل میں بھی کوئی وزن نظر نہیں آتا۔ لہذا میں اسے بھی خارج کرتا ہوں۔ جیسا کہ دونوں پارٹیاں اپنی اپنی اپیلوں میں وزن نہیں رکھتیں۔ میں مقدمہ کے اخراجات کی ادائیگی کے لئے کوئی احکامات صادر کرنا پسند نہیں کرتا۔ کلکٹر راولپنڈی ڈسٹرکٹ کو اطلاع دیجائے۔ کہ وہ کورٹ فیس برآمد کر لیں۔

(دستخط)

محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی ۵۵ - ۶ - ۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام

(سید محمد ثانی حسنی)

آمد دیا۔ فرانس کا حبیب سایہ اس سرسبز اسلامی ملک پر ۱۹۴۵ء تک قائم رہا۔ اس پچیس سالہ دور حکومت میں فرانس نے اس کے غصے بھرے کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں ہر ضرورت اختیار کی۔ لیکن اسی پچیس سالہ دور میں ملک کے باشندے بھی چین سے بیٹھے۔ اور مختلف تحریکیں مختلف سیاسی رہنماؤں کی قیادت میں اٹھاتے رہے۔ بالآخر ۱۹۴۵ء میں فرانس کو مجبور ہو کر ملک خالی کرنا پڑا۔

شام اپنی سرسبزی و شادابی میں مشہور ہے۔ خصوصاً دمشق نہایت صاف ستھرا شہر ہے۔ دمشق شام کا دار السلطنت ہے۔ پھلوں کی کثرت ہے۔ شہر کے دونوں جانب باغات کی کثرت ہے اور ایک بلحا سلسلہ چلا گیا ہے۔ اس کو خطہ دمشق کہتے ہیں۔ عربی قومیت تمام ملکوں کی نسبت شام میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہاں کاکسان زیادہ خوشحال ہے۔ شام شرق اوسط میں اپنی تہذیب و تمدن و شائستگی میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔

آبادی ۱۹۳۸ء میں اس کی مردم شماری کے اعداد شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے لحاظ سے باشندوں کی تعداد تیس لاکھ تقابیس ہزار ہے۔ واضح ہے کہ یہ تعداد تقسیم شدہ مقام شام کی ہے۔ اس میں فلسطین، شرق اردن اور لبنان کی تعداد شامل نہیں۔ اس تعداد کے علاوہ ایک بڑی تعداد مہاجرین اور ان

اس وقت، تو شام استعماری طاقتوں کے طفیل کئی حصوں میں تقسیم ہے۔ اور ایک ملک کے چار ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ استعماری طاقتوں کے آمد سے پہلے فلسطین شرق اردن اور لبنان اسی شام کے حصے تھے۔ اور ان تمام پر ایک ہی حکومت کا سایہ تھا

اسلام سے پہلے شام پر بازنطینی (رومن امپائر) بر سر اقتدار تھے۔ ۳۳۰ء میں یہ ملک اسلامی فتوحات میں شامل ہوا۔ اور خلفائے راشدین سے لیکر مسلسل مسلمانوں کے پاس رہا۔ بیچ بیچ میں حکومت تبدیل ہوتی رہی۔ اور کبھی کبھی عیسائی حملے ہوتے رہے۔ خصوصاً سلجوقیوں کے عہد میں صلیبی حملے سخت ہوئے۔ ان حملوں کو نہنگی خاندان کے چشم و چراغ نور الدین زنگی اور ایوبی خاندان کے قابل فرزند سلطان صلاح الدین ایوبی نے پسپا کیا۔ سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں شام عثمانی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ اور آخر کار ۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اور یہ ملک استعماری طاقتوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ لیکن اسی اثنا میں

نوجوانان عرب کی ایک تحریک اٹھی اور ۱۹۱۸ء ہی میں عربی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں اور ۱۹۲۰ء تک شریف حسین والی مکہ کے فرزند فیصل حکمران رہے۔ لیکن ۱۹۲۰ء میں فرانسیسیوں نے اس عظیم ملک کو جو نیرہ سو برس مسلمانوں کے پاس رہا اپنے ظالمانہ پنجوں میں جکڑ لیا۔ اور امیر فیصل کو تخت سے

باشندوں کی ہے جو شمار میں نہیں آسکے ہیں۔ ان کو شمار کیا جا تو تعداد میں متعدد یہ اضافہ ہو جائے گا۔

آبادی میں کرد، شرکسی، آرمینی اور آشوری قومیں اقلیت میں ہیں۔ یہ اپنے لباس، صورت اور زبان میں ممتاز ہیں ہر ایک کا الگ لباس، جدا صورت اور زبان مختلف ہے۔ مگر عربی زبان ان سب کے درمیان واسطہ کا کام دیتی ہے۔ اور یہ تینوں قومیں دو سری جگہ سے ہجرت کر کے شام کے علاقہ میں بس گئی ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد پچیس لاکھ پچاس ہزار ہے۔ شام میں ۶۶ فیصدی آبادی گاؤں میں رہتی بستی ہے۔ اور سات فیصدی بدو ہیں۔ اور ۲ فیصدی شہرہ میں بسنے والے ہیں۔ بدو وہ لوگ ہیں جو غیموں میں رہتے ہیں۔ اور مویشی چراتے ہیں۔ باشندوں میں جا جا کر سامان بیچتے ہیں۔

مذاہب: مرتین بڑے اور اہم مذہب ہیں۔ عیسائی، مسلمان، یہودی۔ مسلمانوں میں دو فرقے ہیں۔ (۱) اہلسنت والجماعت۔ یہ اکثریت میں ہیں۔ یہ ۸۲ فیصدی ہیں۔ اور یہ تمام دیہاتوں اور شہروں میں آباد ہیں۔ (۲) شیعہ، یہ ۱۸ فیصدی ہیں۔ شیعوں میں بہت سے فرقے آباد ہیں۔ جن میں علوی جو تین لاکھ تیس ہزار ہیں۔ ان میں جمالت زیادہ ہے۔ دوسرا فرقہ آغا خانی ہے۔ انکی تعداد ۲۸ ہزار ہے۔ تیسرا فرقہ دروز ہے۔ یہ جبل دروز پر مقیم ہیں۔ انکی تعداد ۷ ہزار ہے۔ ایک اور فرقہ ہے۔ جس کو یزیدی کہتے ہیں۔ انکی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اور جبل سمان کے ارد گرد مقیم ہے۔ اس فرقہ کے متعلق دلچسپ بات یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شیطان کی عبادت کرتا ہے اور اس کی خوشنودی و رضا کا طالب رہتا ہے۔ اس کے عادات و اطوار و عقائد پر غیر اسلامی اثرات غالب آگئے ہیں۔

اور مسخ ہوتے ہوتے ایک لگ دین بن گیا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک الگ کعبہ بنایا ہے۔ جو جبل سجاد پر ہے۔ اس کا وہ حج کہتے ہیں۔ اصل میں یہ کعبہ ان کے صورت اعلیٰ شیخ علی کی قبر ہے۔

دوسرا مذہب جو شام میں قابل ذکر ہے وہ مذہب عیسائی ہے۔ یہ ۱۵ فیصدی ہیں۔ گویا چار لاکھ ساٹھ ہزار ہیں۔ اور ان میں بھی کئی فرقے ہیں۔ (۱) کیتھولک۔ (۲) پروٹسٹنٹ۔ (۳) ارتھوڈوکس۔

تیسرا مذہب یہودیوں کا ہے۔ اول تو یہ بہت کم ہیں اور جو ہیں بھی تو ان میں سے اکثر فلسطین بھاگ گئے ہیں۔ ان کی اصل تعداد ۳۰ ہزار ہے۔

پیداوار: در شام کی زمین پیداوار کے لحاظ سے زرخیز ہے۔ اور نیز باغات کی کثرت، نروں کی فراوانی اپنی سرسبزی و شادابی میں مشہور ہے۔ گیہوں، بھج، چاول، مسور، چنا اور فول بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مصالحہ جات تنباکو، گنا، چقندر بھی اچھے ہوتے ہیں۔ زیتون شام کا خاص پھل ہے۔ اور بکثرت ہوتا ہے۔ تقریباً ستاسی ہزار ایکڑ زمین میں ہوتا ہے۔ جس میں اسی لاکھ پچیس ہزار اقدو، کیلا، بادام نیز اور دوسرے میوے بکثرت ہوتے ہیں۔ سیب، کیلا، گھڑی اور اس کے علاوہ اور دوسرے پھلوں کی خاص پیداوار ہے۔ پھولوں، پھلوں، ترکاریوں کی بکثرت پیداوار ہے۔ یہ ملک اپنے دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ مال مال اور سرسبز و شاداب ہے۔

انقلابات کی آماجگاہ: ہر اہم فرقہ سالوں سے شام مختلف خوبی انقلابوں سے گزرا اور نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ کونسا انقلاب آجائے۔ اور کس کو تخت اور کس کو

تختہ نصیب ہو۔ بڑے انقلابوں میں عین انقلاب آئے۔ اور یہ تینوں صرف دو سال کے مختصر عرصہ میں آئے۔

پہلا انقلاب شہنشاہی زعمیم کی قیادت میں آیا۔ اس وقت شام کے صدر شکاری قوتی تھے۔ شہنشاہی زعمیم فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔ ان کی آمد پر لوگوں کو ان سے بڑی امید ہوئی۔ مگر چند ہی دنوں میں یہ صرف ڈکٹیٹر بن گئے۔

اور آخر کار دوسرا انقلاب اسامی حنادی کی قیادت میں آیا۔

اور حسن زعمیم بری طرح قتل کر دیئے گئے۔ اسامی حنادی بھی دیر تک چین سے نہ بیٹھ سکے کہ تیسرا انقلاب آگیا۔

اور فوج نے ان کو بھی ہٹا کر موت کے منہ میں پہونچا دیا۔

یہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ پھر اس ملک پر ادیب ششکی کی حکومت ہوئی۔ اور یہ صدر ہوئے۔ انہوں نے ایک عرصہ

ملک صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ یہ خیالات میں آزاد

اور پور ہیں تمدن و تہذیب کے حامیوں میں تھے۔ ایک

عرصہ کے بعد انکی صدارت نے بھی اپنا بستر لیٹا۔ اور

باشم الاماشی کے حامیوں نے بغیر کسی کاغذ و پیرا کے انکو

تخت سے اتار دیا۔ اور یہ خاموشی سے ملک چھوڑ کر

سعودی عرب چلے گئے۔ اس وقت شام کے صدر باشم

الاماشی اور وزیر اعظم خالد الاعظم ہیں۔

تعلیمی حالت :- شام میں تعلیمی حالت کا اوسط

۲۵ فیصد ہے۔ یہ اوسط ان لوگوں کا ہے جو یا قاعدہ تعلیم

حاصل کرتے ہیں۔ یا کر کے فارغ ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ

جو درمیانی حیثیت رکھتے ہیں یعنی عمومی تعلیم کی حیثیت

پر جسے درجہ کی مالک ہے۔ وہ طبقہ بہت زیادہ ہے جو کچھ

نہ کچھ علم رکھتا ہے۔ نظام تعلیم تین درجوں پر منقسم ہے۔

۱) ابتدائی۔ (۲) ثانوی۔ (۳) انتہائی۔

ابتدائی تعلیم اسکولوں میں ہوتی ہے۔ جن میں سنا

سال کی عمر کے بچے لے جاتے ہیں۔ ثانوی تعلیم کالجوں میں ہوتی ہے۔ اس میں کئی درجات ہیں۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

آخری تعلیم یونیورسٹیوں میں ہوتی ہے۔ شام میں

کالج کئی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :-

۱) کلیۃ الحقوق (۲) کلیۃ الطب (۳) کلیۃ العلوم (۴) کلیۃ

الہندسہ (۵) کلیۃ الآداب۔

ہر کالج میں ایک شعبہ ایسا ہے جس میں اس کی تعلیم

و تربیت کی جاتی کہ طلبہ اپنی پڑھائی کے ساتھ پڑھائیں

سبھی اور مدرسے کے فرائض بھی انجام دیں۔ اس شعبہ کا

نام دارالمعلمین للعلیاء ہے۔

سیاسی جماعتیں :- شام میں مختلف پارٹیاں

اور جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ اس وقت ہم ان کا ذکر کرینگے

جو سیاسی یا نیم سیاسی ہیں۔

۱) حزب البعث العربی، یہ ایک قومی جماعت ہے

جو اشتراکیت کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس کے نمبر

پڑھے لکھے لوگ اور مذہب ہیں۔

۲) الحزب العربی الاشتراکی۔ اس کے صدر اکرم الحوائی ہیں۔

۳) الحزب القومی السوری۔ سیرین میشل پارٹی۔ اس

کا مقصد ہے کہ شام شامیوں کا ہے۔ اور دین سیاست

جلا ہے۔ اس کے نمبر اور ہمدرد زیادہ تر عیسائی اور وہ ہیں

جو اقلیتوں میں ہیں، جن کا تعلق عربی نسل سے نہیں۔

۴) الحزب التعاونی الاشتراکی۔ اس کے صدر فیصل

العلی ہیں۔ اس کا صدر مشل ڈکٹیٹر کے ہوتا ہے۔ اس کے

افراد خیالات و تصورات میں اسلام سے قریب ہیں اور

کچھ نمبر دور۔

۵) الحزب الوطنی۔

کر دیا۔

(طبقات شافعیہ ج ۵ ص ۶۷)

(۵) عید کا دن ہے۔ اور سلطان ایوب ابن کامل شاہانہ طہراق کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ لشکر صف بستہ کھڑا ہوا ہے۔ ارکان حکومت عجز و انکسار کے

ساتھ حاضر خدمت ہیں۔ غرض شان و شکوہ کا عجیب منظر ہے۔ عین اسی عالم میں مجمع سے ایک آواز بلند ہوئی۔

”اے ابو ایوب تم خدا کو اس وقت کیا جواب دو گے، جب وہ سوال کرے گا کہ میں نے تم کو مصر کی حکومت دی۔ اور تم نے وہاں شراب کو جائز قرار دیا“

یہ آواز وقت کے مشہور عالم ربانی شیخ عز الدین ابن عبدالسلام کی تھی۔

ابو ایوب نے پوچھا کیا مصر میں ایسا ہو رہا ہے؟ شیخ عز الدین نے فرمایا، ہاں فلاں مقام پر شراب کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ اور دوسری برائیاں بھی موجود ہیں۔ اور تم عیش و عشرت میں پڑے ہو۔ سلطان نے کہا، حضور والا! یہ میں نے نہیں کیا ہے۔ بزرگوں کے وقت سے یونہی ہوتا چلا آیا ہے۔ شیخ نے کہا کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو کہا کرتے تھے: **إِنَّمَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ امْتِلَہ**۔

اس کے بعد سلطان نے اس دکان کو بنک نیکا حکم دیدیا۔
(طبقات شافعیہ ج ۵ ص ۷۵)

(۶) حزب الشعب۔ اس کے اکثر افراد اس وقت پارلیمینٹ کے ممبر ہیں۔ اس کے قائد ناظم القدسی اور شعی کھنیا ہیں۔ مشہور شہر ہر شام میں شہروں اور دیہاتوں کو دیکھا جلتے تو بکثرت ہیں۔ ہم تمام شہروں کو دیہاتوں کے بجائے مشہور مقامات کا تذکرہ کریں گے۔

(۱) دمشق۔ دمشق اپنی صفائی، ستمرائی اور سرسبزی و شادابی۔ نیز اپنی شائستگی اور تہذیب میں مشہور ہے۔ یہ ہمیشہ سے علماء اور فضلاء کا مرکز رہا ہے۔ اور سلاطین کا پایہ تخت۔ حضرت معاویہؓ اور خلفائے بنو امیہ۔ نیز سلطان صلاح الدین جبیلہ جلیل القدر خلفاء و سلاطین اپنا پایہ تخت بنا چکے ہیں۔ سیاسی حیثیت سے بھی اس وقت شام کی جمہوریہ کا دارالسلطنت ہے۔ اس مشہور شہر میں جامع اموی جسی عالیشان مسجد، جامع محی الدین العربی، حجاز ریلوے اسٹیشن، دارالاعظم، مدفن صلاح الدین ایوبی، مدرسہ عادلہ اور ان کے علاوہ بڑی بڑی قدیم و جدید جامع مسجدیں، قلع، رہائشیں اور مدارس واقع ہیں۔ علمی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو اس میں آٹھ کالج، ۱۸ ہائی اسکول اور دوسرے مدارس ہیں۔ مجمع الطلی، متحف دمشق ہے۔ نیز کتبہ ظاہر بن غرغہ علمی، اقتصادی، سیاسی، تاریخی، ان تمام حیثیتوں سے دمشق مشرق وسطیٰ کا مرکز ہے۔ باغات کی کثرت، نروں کی فراوانی ہے۔ غوطہ دمشق مشہور ہے۔ (باقی دوسرے)

بقیہ ص ۳۱۔ محبت سے روک لیا۔

اور دوسرے شخص کو قضا پر مقرر

گامے گامے باز خواں ابن قضا پانڈا

قاضی نے سلطان کی شہادت قبول نہیں کی۔ سلطان نے اصرار کیا کہ اس کی گواہی قبول کی جائے۔ ابن عین الدولہ نے کہا:-
”میں تمہاری گواہی کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ حالانکہ عجیبہ جنگ ورباب کے ساتھ تمہارے پاس آتی ہے۔ اور مست و سرشار واپس ہوتی ہے“

ابن عین الدولہ کی اس صاف گوئی پر سلطان کو بے حد ناگوار ہوئی۔ ابن عین الدولہ نے منصب قضا سے علیحدگی اختیار کی۔ مگر جب سلطان کو نٹائی کا اندازہ ہوا تو قاضی کو راضی کیا۔ اور منصب قضا کے قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

(طبقات الشافعیہ سبکی ج ۵ صفحہ ۲۷)

(۴) ابن عساکر دمشق سے ملک عادل نے منصب قضا کے قبول کرنے کی خواہش کی۔ اور بے حد اصرار کیا۔ ابن عساکر نے استخارہ کی اجازت چاہی۔ اور پھر رات بھر نماز اور گریہ و زاری میں مصروف رہے۔ صبح کو بادشاہ کی طرف سے لوگ راتے معلوم کرنے آئے۔ تو ابن عساکر نے معذرت کر دی۔ اور طلب جانے کی تیاری شروع کر دی۔ مگر عادل نے

(۱) ابو محمد کابر بہاری کا شمار طبقہ حنابلہ کے اکابر میں ہے۔ وہ کتاب السنۃ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ”چھوٹی بدعات سے بچو۔ چھوٹی بدعات ہی بڑھ کر بڑی بن جاتی ہیں۔ اس امت میں جو بدعت بھی پیدا ہوئی وہ شروع میں چھوٹی اور بہ ظاہر حق سے ملتی جلتی ہوتی تھی۔ لیکن بعد کو اسی میں عظمت کا رنگ پیدا ہو گیا۔ اور اس نے دین کی شکل اختیار کر لی“
(طبقات الحنابلہ ص ۳۱)

(۲) علامہ ابن جوزی کی مجلس وعظ مشہور تھی۔ ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ دوران وعظ میں خلیفہ مستفیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور فرمایا:-

”امیر المؤمنین! اگر میں کچھ کہوں تو خطرہ سے خالی نہیں۔ اور اگر خاموش رہوں تو آپ کے لئے یہ نقصان دہ ہے۔ بہر حال آپ سے یہ کہنا ہے کہ خدا سے ڈریے، بہت بہتر ہے بخفا بدلہ اس کے آپ سے کہا جائے کہ آپ اہل بیت میں سے ہیں اور مخفون ہیں“

خلیفہ مستفیٰ پر بہت اثر ہوا۔ دیر تک روتا رہا۔ اور بہ کثرت صدقہ کیا۔ (الہدایۃ ج ۱۳ صفحہ ۵۷)

(۳) سلطان کامل ابن ایوب کے زمانہ میں مصر میں عجیبہ ایک منغیہ تھی۔ کامل اس کا گھانا سنا کرتا تھا۔ ایک موقع پر کامل بن ایوب کو شاہد کی حیثیت سے قاضی ابن عین الدولہ کے سامنے پیش ہونا پڑا۔

کتاب بہترین رفیق ہے

پیغام تلقی: حضرت مولانا غلام احمد صاحب گوی مرحوم کی آنوی فتوۃ اللہ بقری، مذہب شیعہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۲/۰۰۔
تفسیر آیت مباہلہ: مصنفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قل تعالوا ندرج ابناءنا و ابناءکم کی صبح

تفسیر آیت امامت: مصنفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں لفظ امام آیا ہے۔ اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ۔ قیمت چار آنہ ۲/۰۰۔

کشف التلبیس حصہ دوم و سوم: جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کا گنتی ہے۔ قیمت ۲/۰۰۔

تفسیر آیت میراث ارض: آیت ولقد اکتبنا فی الزبور ساء خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت۔ قیمت ۴/۰۰۔
علمائے ہند کی شاندار ماضی: کتاب کیا ہے، اگر ان ساری دینی اور سیاسی معلومات کا بے بسا ذخیرہ ہے۔ سرورق ریجن۔ مجلد قیمت ۴/۸۰۔

تفسیر آیت اولی الامر منکم: مصنفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، آیت اطیعوا اللہ ثم اطیعوا الرسول کی تفسیر اور شیعوں کے مخالفہ کا جواب۔ قیمت چار آنہ ۲/۰۰۔

غلام احمد نمبر: اس کے پڑھنے سے کوئی محفولیت انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۰/۰۰۔
خطبات مولانا آزاد: مولانا آزاد کے خطبات جمعہ، عیدین۔ قیمت ۱۰/۰۰۔

ابوالاٹمہ کی تعلیم: جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت علی اور پیرو کار اہلبیت نہیں بن سکتا۔ جب تک مذہب اہل سنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸/۰۰۔

افکار آزاد: مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب بخار قلیط ایڈیٹر زمزمہ۔ قیمت ۲/۲۰۔

تفسیر آیت معیت: مصنفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، آیت محمد رسول اللہ والذین معہ کی تفسیر۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنہ ۲/۰۰۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ حزب انصار و نھجر رسالہ شمس السلام ڈاک خانہ شمس السلام بھیرہ (پاکستان)